(سلسلۂ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

تاریخِ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور عام بچوں اور
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہدِ اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد
دھلی

۲۹۷۶۹

۵۷۷۳

بار اوّل

ذی قعدہ سنہ ۱۳۷۳ھ | جولائی سنہ ۱۹۵۴ء

قیمت غیر مجلد | ایک روپیہ بارہ آنے

قیمت مجلد | دو روپیے

مطبوعہ یونین پریس دہلی

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
جغرافیہ صقلیہ	۶
تقسیم ملکی اور رقبہ سطح و طول و عرض	؍؍
صقلیہ کی وجہ تسمیہ	۸
صقلیہ کی قدیم تاریخ	۹
سیکل یعنی سکائی قوم	؍؍
ایتروسکی قوم	۱۰
فنیقین	۱۳
یونانی	۱۴
سرقوسہ کی ریاست	۱۶
قرطاجنہ	۱۸
یونانیوں اور قرطاجنوں کے محاربات	۲۰
جیلو کے جانشین	۲۰
صقلیہ کی حالت رومیوں کے زمانہ میں	۲۲
رومن قوم کی ابتدائی حالت	۲۳
رومیوں اور قرطاجنوں کے محاربات	۲۴
صقلیہ پر رومن قوم کا قبضہ	۲۷

Marfat.com

سرقوسہ کا خاتمہ اور کل صقلیہ پر رومیوں کا تصرف	۲۷
رومیوں کا اقوام مفتوحہ سے سلوک	۲۸
صقلیہ کی حالت رومن قوم کے زمانہ میں	۳۰
رومن قوم کے غلام اور ان کی حالت	۳۱
غلاموں کی پہلی بغاوت صقلیہ میں	۳۳
غلاموں کی دوسری بغاوت	۳۴
رومن سلطنت کی بربادی	۳۶
عربوں کی یلغار صقلیہ پر	۴۹
قاضی اسد بن فرات فاتحِ صقلیہ	۵۰
میدانِ جنگ	۵۱
محمد بن ابی الجواری	۵۴
محمد بن عبداللہ بن الاغلب	۵۶
ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ	۵۸
اٹلی میں خلفون اور مفرج کی سرگرمیاں	۶۰
عباس بن فضل	۶۲
احمد بن یعقوب والیِ صقلیہ	۶۴
خفاجہ بن سفیان	؍؍
محمد بن خفاجہ والیِ صقلیہ	۶۷
رباح بن یعقوب	۶۸

Marfat.com

حسین بن رباح	۶۸
عبداللہ بن محمد	۶۹
جعفر بن محمد والی	//
اغلب بن محمد متغلب صقلیہ	۷۱
ابوالعباس بن ابراہیم اغلبی	۷۴
محمد بن سرقوسی	۷۹
احمد بن ابی الحسین بن رباح	۸۰
آخری اغلبی تاجدار کا انجام	۸۱
علی بن محمد بن ابی الفوارس	//
دولتِ اغالبہ	۸۲
دولت اغالبہ افریقیہ	۸۵
وُلاۃِ صقلیہ	۸۶
حسن بن احمد بن ابی الخنزیر	۸۷
احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب	۸۸
ابوسعید موسیٰ بن احمد	۸۹
ابوالعباس خلیل بن اسحاق طرابلسی	۹۲
ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی	۹۵
ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی	۹۶
ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ	۱۰۰

Marfat.com

جابر بن ابوالقاسم کلبی ۱۰۱
جعفر بن محمد کلبی ۱۰۲
ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی ؍؍
تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ابوالفتوح کلبی ۱۰۳
تائید الدولہ احمد الاکحل کلبی ۱۰۵
صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی ۱۰۸
صقلیہ میں طوائف الملوکی ۱۰۹
صوبوں کے حکمراں ۱۱۰
صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ۱۱۲
تاریخ نارمن ؍؍
ابن البعبلع آخری تاجدار صقلیہ ۱۱۴
صقلیہ اور جزائر سے مسلمانوں کا اخراج ۱۱۶
دولتِ فاطمیہ پر ایک نظر ۱۲۴
خلفائے فاطمیہ ۱۲۸
عہدِ کلبیہ ۱۲۹
مسلمانانِ صقلیہ ۱۳۰
دارالحکومت ۱۳۱
بلادِ صقلیہ ؍؍
علمائے صقلیہ، صقلیہ کا علمی دور، تذکرۂ اربابِ فضل ۱۳۳

Marfat.com

جغرافیہ صقلیہ

بحیرۂ روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں جیسے کورسکا، سارڈینیا، سسلی (صقلیہ) وغیرہ۔ جزیرۂ صقلیہ ایک مثلث کی شکل میں اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور ان تمام جزیروں میں جو آج کل اٹلی کے ماتحت ہیں سب سے بڑا اور بالکل اسی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

محققینِ علم الارض کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں وہ خشکی کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا۔ متواتر زلزلوں سے سسلی کی سرزمین سر سے پا تک ہل گئی جس کی وجہ سے اس کی سطح زمین سے جدا ہو گئی اور اس کی شکل جزیرہ کی سی بن گئی۔

تقسیم ملکی اور رقبہ سطح و طول و عرض

اس جزیرہ کی مساحت تقریباً دس ہزار میل مربع ہو گی آج کل اس جزیرہ کی تقسیم اقضیہ و نواحی میں کی گئی ہے۔

صوبہ صقلیہ

اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)
کلتانیستا	۱۴۵۵	۳	۲۸
قطانیہ (کاتانیا)	۱۹۷۰	۴	۶۲

اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)
گرجنتی (جرجنتی)	۱۴۹۱	۳	۴۱
مسینا	۱۷۶۸	۴	۹۹
پلرمو (بلرم)	۱۹۶۴	۴	۷۶
سرقوسا (سیراکیوسا)	۱۴۲۹	۳	۳۲
ترابانی	۱۲۱۴	۳	۲۰ ؎۱
	۱۱۲۹۱		

صقلیہ کی آب وہوا پاکیزہ ہے۔ زمین کی زرخیزی میں مثل اٹلی کے ہے متواتر زلزلوں سے کچھ حالت میں فرق آگیا ہے مگر بہت کچھ زرخیزی اب بھی پائی جاتی ہے

صقلیہ کی وجہ تسمیہ

سِسلی کے قدیم باشندے جنہوں نے اس کو آباد کیا وہ سیکان اور سِکل قومیں تھیں جو یونانی تلفظ میں سیکانی اور سیکلی کہی جاتی تھیں، امتدادِ زمانہ سے زبان کے تغیر و تبدل کی وجہ سے انکے رہنے کی جگہ کو سیکیلیہ پھر سِسلا اور سِسلی کے نام سے پکارا جانے لگا۔ عربوں کے زیرِ عَلَم آکر سِسلی، صقلی کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔ غرضکہ سکیلیہ کا معرّب صَقِلیہ ہے۔ مسلم جغرافیہ نویس اصطخری، بلاذری کی تصانیف میں ص کے بجائے س سے سَقَلیہ مذکور ہے؎۲۔ مگر یاقوت حموی صقلیہ

؎۱ دائرۃ المعارف ؎۲ فتوح البلدان ص ۲۳۵

Marfat.com

ہی لکھتا ہے مگر ص کو کسرہ یعنی زیر کے ساتھ تحریر کرتا ہے یعنی صِقلیہ[۱]

صقلیہ کی قدیم تاریخ

صقلیہ کی قدیم تاریخ پر جو کچھ اب تک تحقیق ہوا ہے اس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

مسٹر پورنے جو زمانہ قریب کا ایک مشہور جرمن مورخ ہے اٹلی کی قدیم تاریخ کی نسبت بہت کچھ تحقیقات کی اور بڑی دقتوں کے بعد کچھ کچھ پتہ لگایا ہے اس تمام تحقیق کا نتیجہ جو ہمارے سامنے ہے صرف اسی قدر ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح سرزمین اٹلی میں بھی قدیم زمانے میں مختلف قومیں آباد تھیں جو ایک دوسرے سے منافر تھیں اور ان کے باہم اغراض بھی اس قدر مختلف و متبائن تھیں کہ ان میں بہت کم صلح قائم رہ سکتی تھی۔

سیکل یعنی سیکائی قوم

سسلی (صقلیہ) میں سیکائی نام کی ایک قوم رہا کرتی تھی، اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اسپینی الاصل تھے۔

اس زمانے کے واقعات نامعلوم ہیں اور ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی حالت ویسی ہی تھی جیسی کہ اُس زمانے کے باشندگانِ ہند کی۔

---

[۱] معجم البلدان۔ ج ۵۔ ص ۳، ۴

Marfat.com

محققینِ سرگزشت انسانی نے اسبابات کو بڑے شد و مد کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ وہ تمام قوی سے قوی تمدن جواب تک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عظیم الشان ترقی جو انسان نے زمانۂ تجربہ سے لے کر حال کے ایجاد و اختراع تک کی ہے وہ سب ضرورت کی بنا پر متفرع ہے تاریخِ عالم کے مطالعہ کے وقت اس اصول کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ایک قوم میں سے چند روز کے بعد چند اشخاص کا ہجرت کرجانا اور اپنے لیے نئی جگہ بود و باش کی غرض سے تلاش کرنا اور ان موانع کو دور کرنا جو اس کے راستے میں حائل ہوں، پھر رفتہ رفتہ ایک تمدن قائم کرنا ان سب باتوں کی وجہ خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس مقام پر ہم کو اس اصول پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے، اور ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ اس ضرورت کے قاعدہ نے ۱۳۹۳ سنہ قبل مسیح میں ایک قوم جو تاریخ میں ایتروسکیون کے نام سے مشہور ہے سسلی میں آنے کے لیے مجبور کیا۔

ایتروسکی قوم

اس نئی قوم کے بارے میں بھی جو اب سسلی میں آئی تھی بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے، اور جس طرح موسیو لیبان نے قدیم زمانے کے عربوں کی نسبت یہ رائے دی ہے کہ یمن میں اس قسم کے آباد و آراستہ شہر موجود تھے جیسے مصرِ قدیم میں تھے اور ان کا تمدن اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ان کی عماراتِ دیرینہ گردِ روزگار کے نیچے دبی ہوئی پڑی ہیں اور جس طرح کہ بابل و نینوا کے ویرانوں نے

Marfat.com

برسوں انتظار کیا یہ بھی آثارِ قدیمہ کے کسی محقق کا انتظار کر رہی ہیں۔" اسی طرح سے تاریخِ قدیم کا مصنف ان ایتروسکیوں کے بارے میں یہ رائے دیتا ہے کہ وہ محققین جنہوں نے دنیا کے قدیم سے قدیم لغات کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا (چنانچہ مصری ہیروگلیفی اور اشوریوں کا خطِ پیکانی جس کے جاننے والے بھی اسی طرح مٹی کا ڈھیر ہو چکے تھے جس طرح وہ اقوام۔ ان علماء کی کوششوں کی بدولت پڑھ لیا جانے لگا) ابھی تک ان بے شمار آثارِ قدیمہ سے جو ایتروسکیوں نے چھوڑے ہیں اور ان کی زبان سے جو اٹلی کی کسی اور قوم کی زبان سے مطلق مشابہت نہیں رکھتی بالکل بے خبر ہیں"۔ غرض کہ کہا جا سکتا ہے کہ ایتروسکیوں کی زبان میں ایک عظیم الشان بھید ہے جو اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ کوئی مبصرِ آثارِ قدیمہ ان کے اصلی گزرے ہوئے واقعات کو کھنڈروں کی زبانِ حال سے سُن کر ہمارے سامنے پیش کریگا۔ جو کچھ ہم کو اب تک صحیح طور پر معلوم ہوا ہے اور جو مورخین نے تسلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس قوم کی اصل" غالباً کوہ الپس میں دریائے رائین کے منبع کے قریب شمالی جانب تھی اس کا پہلا نام راس یا راسینی قوم بھی تھا۔ کسی ضرورت سے راسینی قوم اپنا اصلی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئی اور اس نے الپس کے کنارے کنارے چلتے ہوئے "نہرپو" کی وادی کے قریب اپنے ڈیرے ڈالے اور ایک زمانہ تک یہیں مقیم رہی۔ چند روز کے بعد ایک اور قوم یعنی گال والوں نے ان پر حملہ کیا" راسینی" مجبور ہوئے کہ یہاں سے بھی اپنا ڈیرہ اٹھالیں، اب وہ جنوب کی طرف بڑھے اور چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے جو انہی کی یادگار میں آج تک جغرافیہ میں ایتر دریا کے

Marfat.com

نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس قوم کو جو پہلے یہاں بستی تھی اور ترینین کے نام سے مشہور ہے مغلوب کردیا اور خود ان کی جگہ لی۔ سرزمین ایتر دریا جو جزیرہ نمائے اٹلی کا شمال مغربی حصہ ہے اور کوہ اپینین اور سمندر کے کنارے کنارے جنوب میں نہر ٹائبر تک بڑھتی چلی گئی ہے، اب اپنے نئے فاتحوں کے زیرِ قدم ان تمام بزرگیوں کا سرچشمہ بن گئی جن کی ایک ایسی نئی مہاجر قوم سے اُمید کی جاسکتی ہے جس نے ابھی ابھی فتحمندی حاصل کی ہو اور ان کا جوش ابھی سرد نہ ہوا ہو۔ چند ہی دنوں میں ایتر دریا میں بجائے راسینی خانہ بدوش قوم کے ایک ایسی قوم نظر آنے لگی جس نے ایک حد تک تمدن کا بلند مرتبہ حاصل کرلیا تھا۔ اس قوم نے بہت سے شہر بسائے تھے۔ جن میں سے بارہ شہر بہت ہی مشہور تھے۔ ان کے مٹے مٹائے آثارِ قدیمہ اب تک دنیا کو اپنے بانیوں کی یاد دلا رہے ہیں[1]۔

قدرت نے بہت جلد ایتروسکیوں کو مجبور کردیا کہ وہ اور آگے اپنا قدم بڑھائیں اور اپنی نئی نسل جس کے لیے ایتر دریا کی سرزمین اب تنگ ہونے لگی تھی اور کوئی جگہ ڈھونڈھ نکالیں چنانچہ وہ سسلی میں جو ان کے ملک کے قریب تھا پہنچ گئے اور چونکہ سسلی کی وسیع زرخیز زمین میں ابھی تک انسان کا وہ خلفشار پیدا نہ ہوا تھا۔ جو جنگ وجدال کا باعث ہوا کرتا ہے، لہذا بہت جلد یہاں ان کے قدم جم گئے اس زمانہ میں سسلی کی حالت وہی سادہ حالت تھی جو تمام گزشتہ قدیم قرنوں کی ہوا کی ہے اور جس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں ان تکلفات کی ضرورت نہیں پڑتی جو تمدن کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔

---

[1] سسلی کے حالات معارف ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۵۲

فنیقین

چند روز کے بعد سسلی میں ایک نئی قوم آباد ہوئی جو ان قوموں سے جو اب تک سسلی میں تھیں بالکل جُدا اور سسلی سے بہت دور ملک شام کی رہنے والی تھی۔ یہ قوم جس کو فنیقین کے نام سے پکارا جاتا ہے، ان مختلف قبائل میں سے جو ملک شام میں بستے تھے کنعانیوں کی قوم اور بنی کوش میں سے تھی اس قوم کا اصلی وطن خلیج عجم کے کناروں پر تھا۔ جہاں پر بنی کوش نے سکونت اختیار کی تھی اور غالباً بحرین ان کا مستقر تھا۔ سمندر کے کنارے رہتے ہوئے جہاز رانی ان کی طبیعت کا جزو ہو کر رہ گئی تھی۔ اور اسی سے آئندہ چل کر سارے عالم میں ان کی دھاک بندھ گئی تھی۔

غالباً ۲۳۰۰ قبل مسیح میں جبکہ ایک اور قبیلہ نے ان کو تنگ کرنا شروع کیا یہ لوگ اپنے اصلی وطن سے سوریہ میں آگئے اور اس بحر پسندی کی وجہ سے جو ان کی سرشت میں داخل ہوگئی تھی، یہاں کے سواحل کی سکونت اختیار کی، وہ رقبہ جو اُن کے قبضہ میں تھا اس کی مقدار بہت ہی کم تھی اور وہ صرف یافہ سے لاذقیہ تک ہی محدود تھا۔ بجز ان سواحل کے جو پہاڑوں اور سمندر کے مابین واقع ہے، اور کوئی سرزمین نہ تھی۔ اس رقبہ کے کم ہونے کی وجہ سے وہ انتظامی امور میں مشہور نہ ہوئے۔ ہر شہر کی حکومت جدا جدا تھی جن میں سے مشہور صور، صیدا، بیروت وغیرہ ہیں ان کی جو کچھ شہرت ہے وہ ان کی بحری سفروں اور بحری تجارت کی وجہ سے ہے جس کے ذریعہ تمام دنیا میں ان کا ڈنکا بج گیا،

Marfat.com

اور ساری دنیا کی تجارت ان کے ہاتھ میں آگئی اور گو وہ اب ان اقوام کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہیں جن کو موت کے زبردست ہاتھ نے دنیا سے فنا کر دیا ہے مگر ان کی بحری طاقت، ان کی مشہور تجارت اور ان کی تمدن کی ترقی اب بھی تاریخ کے صفحوں پر آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ چونکہ ان کی تجارت سارے عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ لہٰذا ان کا اثر بھی بہت جلد دوسری اقوام میں پھیل گیا۔
اور بہت جلد ان کی نو آبادیاں بھی قائم ہو گئیں جس کی ضرورت کو ملک کے رقبہ کے کم ہونے نے اور زیادہ کر دیا تھا۔ ان نو آبادیوں میں سے قرطاجنہ (کارتھیج) کے سوا سب میں زیادہ مشہور ہے اور جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ قبرس فنیقیا وغیرہ بھی مشہور ہیں۔

سسلی میں بھی انہوں نے چند شہر بسائے جیسا کہ ایتروسکیوں کو اس نے بہت خوشی سے اپنی سرزمین میں آنے کی اجازت دے دی تھی اسی طرح فنیقین سے بھی اس نے کچھ مزاحمت نہ کی، اس متمدن قوم کے زیر سایہ سسلی نے بھی بہت جلد ترقی شروع کی۔ قدیم سادہ حالتیں ضرورتوں سے مبتدل ہو گئیں اور مختلف اقوام مل ملا کر ایک قوم بن گئیں اور یہ کہنا صحیح ہو گا کہ سسلی نے اب دوسرا جنم لیا، اور وہ بھی اس رفتار ترقی میں شامل ہو گئی جس پر تمام دنیا کے اقوام و ممالک کاربند ہوتے چلے آئے ہیں۔

یونانی

قدرت کے مضبوط قاعدوں کے مطابق جب فنیقیہ کا زوال شروع

Marfat.com

ہوگیا تو اس کی جگہ دوسری اقوام نے لے لی جن میں سے یونانی زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے بحری طاقت میں فنیقین کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور بہت جلد عظیم الشان ترقی کرلی۔ ایسی صورت میں ممکن نہ تھا کہ وہ تمام ضرورتیں جو اقوام دنیا کو پیش آتی رہتی ہیں یونانیوں کو پیش نہ آتیں چنانچہ یونانی بھی مجبور ہوگئے کہ اپنی نوآبادیاں بسائیں۔ سسلی کی شہرت اس وقت میں اس قدر ہوچکی تھی کہ ممکن نہ تھا کہ یونانی مبصروں کی آنکھ اس پر نہ پڑے، چنانچہ ۷۳۶ء قبل مسیح میں باشندگان نکسوس اور خلکس نے سسلی کے مشرقی کناروں اور کوہ اٹنا کے قریب جو اب تک ہر نووارد کا بہت خوشی سے خیر مقدم کیا کرتے تھے اپنے جہاز آتارے اور اسی مقام پر ایک شہر بسایا جو یونانیوں کا سسلی میں سب سے پہلا شہر تھا۔ اس شہر کا نام اُنھوں نے اپنے اصلی وطن کی یادگار میں نکوس رکھا۔ اب یونانیوں کا رستہ کھل گیا۔ دوسرے سال اور نئے لوگ آئے جنھوں نے سرقوسا (سرقوسہ) بسایا۔ اس شہر نے آئندہ چل کر سسلی کی تاریخ میں بہت شہرت حاصل کی۔ چالیس سال کے بعد ایک نئی یونانی قوم آئی جس نے جنوب مغربی حصّے میں اپنے قدم جمائے اور شہر جیلا بسایا۔ غرضکہ یونانی مہاجرین کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی اور ان کے بسائے ہوئے شہر بھی سسلی میں بڑھنے لگے، ان سب شہروں میں سب سے بڑا شہر سرقوسا تھا۔ اس کو یونانیانِ سسلی کا صدر مقام کہنا بجا ہے۔

Marfat.com

سرقوسا کی ریاست

سرقوسا والوں نے بہت کچھ ترقیاں کیں اور جیسا کہ قاعدہ ہے بہت جلد انہوں نے یوناں کا جوا اپنے کاندھے پر سے اتار دیا۔ سنہ ۵۲۳ قبل مسیح میں ہاں خود مختار حکومت بن گئی۔ سسلی کی سرزمین میں یہ خود مختار ریاست تھی جو قائم ہوئی، گویا تمدن کے پہلے زینہ پر اس نے قدم رکھا۔ اس حکومت نے بہت جلد ان تمام یونانیوں کے شہروں پر جو سسلی میں بسائے گئے تھے قبضہ کر لیا چنانچہ سنہ ۴۸۶ قبل مسیح تمام مخالف شہروں پر قبضہ کر لیا گیا اگر کسی نے ذرا بھی مخالفت کی اس کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ یہ گویا سسلی کی پاک و صاف زمین میں پہلی خونریزی تھی۔ انسانی ضرورتوں کی بدولت یہ ملک گیری کے خیال سے عمل میں آئی اور بت پرستوں کے خیال کے مطابق انسانوں کی بھینٹ دے کر سسلی کی زمین کو آئندہ کے قابل بنایا گیا۔ اس زمانہ میں سسلی روز افزوں ترقی پر تھی۔ زمین کی زرخیزی کی انتہا نہ تھی۔ چونکہ اس میں ابھی ابھی زراعت شروع کی گئی تھی، لہذا بغیر کسی سخت محنت کے بہت آسانی کے ساتھ زمین کی پیداوار ہو جایا کرتی تھی۔[1]

سرقوسہ کا بندرگاہ تجارت کے لحاظ سے یورپ کی منڈی تھا۔ ممالکِ مشرقیہ جو اس زمانہ میں تمدن کے مرکز تھے، یہاں ہر قسم کا سامان آیا کرتا تھا اور یہیں سے بلادِ مغرب میں اس کی فروخت ہوا کرتی تھی۔ ملک کا انتظام انہی جمہوری اصول

[1] تاریخ سسلی صفحہ ۱۳۱۔

Marfat.com

پر تھا جن پر یونانی عمل کرتے تھے، ملک کے مختلف فرقے بنائے گئے تھے، ایک فرقہ خاص تھا جو بہ منزلہ امراء کے تھا، ان کے سوا صنّاع۔ نجّار، مزارعین کے طبقے تھے۔ باعتبار آمدنی کے الگ الگ طبقے تھے۔ جن میں سے فوج کے لیے لوگ منتخب کیے جاتے تھے، مگر ملک کا انتظام درحقیقت خاص لوگوں کے ہاتھ میں رہا کرتا تھا اور بڑے بڑے عہدوں پر وہی مامور ہوتے تھے۔

جس وقت یونان میں امراء اور عوام کے درمیان فسادات ہوئے ہیں، اس کے چند روز بعد ۴۹۵ق م میں سسلی میں بھی یہی فسادات ان دونوں فرقوں میں رونما ہوئے۔ عوام نے ایکا کر کے امراء کو شکست دیدی، اور ان لوگوں نے بھاگ کر جیلو کے پاس پناہ لی جو شہر جیلا کا حاکم تھا۔ جیلو جو ایسے موقعے کو تاک ہی رہا تھا بہت خوشی سے ان کی درخواست منظور کی، سرقوسہ پر حملہ کیا گیا اور امراء پھر ملک میں آ گئے۔ مگر جیلو نے خود مختار ریاست قائم کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ ملک میں اس تغیر سے جواب ہوا تھا اور ترقی بڑھ گئی سرقوسا تمام یونانی شہروں کا پھر صدر مقام بن گیا اور جن شہروں نے بغاوت کی تھی وہ ازسرِنو مطیع کر لیے گئے اور سرقوسا کی عظمت و شوکت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جیلو جواب فرمانروائے سرقوسا بن گیا تھا ایک اعلیٰ درجہ کا منتظم و مدبر شخص تھا، اس کی بیدار مغزی کی شہرت اب یونان میں بھی پہنچنے لگی اور اس کی شہرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب وقت ۴۸۰ق م میں ایرانیوں نے یونان پر حملہ کرنا چاہا تو یونانیوں نے جیلو سے مدد مانگی جیلو نے اس درخواست کے جواب میں یہ لکھا "اگر مجھے یونانی فوج یا یونانی بیڑہ جہازا

Marfat.com

پر کمانڈر بنایا جائے تو میں تمہاری درخواست قبول کر سکتا ہوں" چنانچہ یونانیوں نے اس کے کمانڈر بنانے سے انکار کیا لہذا جیلو نے بھی یونانیوں کو کوئی مدد نہ دی، مگر چند روز کے بعد اس کو ایک اور زبردست غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ غنیم قرطاجنی تھا۔

قرطاجنہ

کارتھج یا قرطاجنہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فنیقین ہی کی نوآبادی تھی، جس کو انہوں نے ۸۶۰ء ق م میں موجودہ ٹیونس کے قرب وجوار میں بسایا تھا۔ قانونِ قدرت کے مطابق بہت جلد وہ فنیقیہ والوں سے جدا ہو گیا۔ اور جداگانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تاریخِ عالم میں ایک ممتاز رتبہ رکھتی ہے۔ کارتھج والوں نے نہ صرف سواحلِ افریقہ پر قبضہ کر لیا بلکہ بحیرۂ روم کے جزیروں پر بھی وہ اپنا دستِ طمع بڑھانے لگے۔ چنانچہ بہت سے مقامات ان کے قبضہ میں آگئے۔ اسپین اور کورسیکا ان کی تجارتی منڈیاں تھیں جن کے ذریعہ سے یورپ کی تجارت ان کے قبضہ میں تھی۔

یونانیوں اور قرطاجنوں کے محاربات

چھٹی صدی قبل مسیح میں قرطاجنوں کی طاقت کمال کو پہنچ گئی تھی، اور بحیرۂ روم کے بہت سے جزیروں پر قبضہ کرتے ہوئے وہ اب سسلی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت سسلی کی حالت

Marfat.com

کیسی عمدہ تھی، اس کا عمدہ موقع پر ہونا اس کی زرخیزی ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے قرطاجنوں کو بھی اس میں اپنے قدم جمانے کے لیے آمادہ کر دیا۔ مگر اب وہ سسلی نہ رہی تھی جو ہر نووارد کو خوشی کے ساتھ اپنے آغوشِ عاطفت میں لے لیا کرتی تھی اس میں تمدن قائم ہو گیا تھا اور ایک مستقل حکومت قائم تھی جس پر ایک زبردست شخص بیدار مغز حکمراں تھا۔ اس لیے قرطاجنی آسانی سے اس میں قدم نہ جما سکے بلکہ ان کو بزور شمشیر اس میں داخل ہونے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ۴۸۰ ق م قرطاجنی سپہ سالار ہملکار تین لاکھ فوج کے ساتھ نیورمس میں آپڑا جو جزیرہ کے شمالی جانب واقع تھا۔ نیورمس میں اپنا قبضہ جمانے کے بعد وہ آگے بڑھا اور ہمرا کا محاصرہ کر لیا جو یونانیوں کے ماتحت تھا فرمانروائے سرقوسا جیلو بھی ہمرا کو بچانے کے لیے اپنی پچاس ہزار فوج لے کر قرطاجنوں کے سامنے آپڑا اس وقت کارتھیج والوں کی فوج شمار میں تین لاکھ تھی۔ جیلو کی شہرت میں یکایک عظیم الشان اضافہ ہو گیا کیونکہ اس نے اس زبردست فوج کو شکستِ فاش دیدی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کارتھیج والوں کو اپنے بیشمار مقتولین جن میں ان کا کمانڈر ہملکار بھی شامل تھا ہمرا کے میدان میں چھوڑ کر سسلی خالی کردینی پڑی پھر ایک مدت تک ان کا حوصلہ نہ ہوا کہ سسلی کا رُخ کریں۔ بلکہ وہ اپنے افریقہ کے مہمات میں مصروف ہو گئے جہاں یونانیوں کے ساتھ ان کی مڈبھیر ہوتی رہی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد جیلو نے بہت بڑی قوت پیدا کر لی۔ اس کی ملک گیری کے ارادے جو اس زمانہ میں انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا

بلند رتبہ خیال کیے جاتے تھے اب بہت کچھ بہار دکھلاتے اور وہ بھی ان مشہور فاتحوں میں سے ہو جاتا جن کی شہرت صفحاتِ تاریخ پر آج تک نظر آرہی ہے مگر افسوس ہے کہ موت نے اس کو مہلت نہ دی اور اس فتح کے تین سال کے بعد موت کے زبردست ہاتھوں نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا جس کے پنجہ سے رہائی پانا بڑے سے بڑے بہادر کیلئے بھی محال و ناممکن ہے۔

جیکو کے جانشین

۴۷۷ قم میں جیکو کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ہیرو اس کا جانشین ہوا۔ اور دس سال تک ریاست کی۔ جیلو کے بعد ایسے جانشین کی ضرورت تھی۔ جو اس کی قائم کی ہوئی ریاست پر بزور قبضہ رکھ سکے اور ان مختلف اجزاء کو بکھرنے نہ دے، جنہیں جیلو نے مدتوں کے بعد ایک شیرازہ میں جمع کر دیا تھا۔ ہیرو ایسا ہی شخص تھا اور اسی لیے اس کے مرتے دم تک کوئی فتنہ و فساد پیدا نہیں ہوا، ملک میں ترقی کی رفتار اسی طور سے جاری رہی جیسی کہ اس با امن زمانہ میں اُمید کی جا سکتی ہے۔ مگر ۴۶۷ قم میں ہیرو کے مرجانے پر ایک ایسا شخص جانشین ہوا جو مطلق صلاحیت نہیں رکھتا تھا اس لیے باہمی فتنہ و فساد کی بنیاد پڑ گئی اور چونکہ اس وقت تک سسلی تمدن کے ان مدارج تک نہ پہنچا تھا جن میں شاہی عظمت و شوکت حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے یہ ہیرو کا جانشین جو تراسیوس نام سے مشہور ہے بہت جلد بغیر زیادہ وقت کے ملک سے خارج کر دیا گیا۔ سو وہ باہمی فتنہ و فساد جو پیدا

Marfat.com

ہو گیا تھا۔ ۴۶۱ سنہ ق م میں مختلف شہروں کے نامور و پختہ کار شخصوں نے ایک مجلس منعقد کی اور قوانین و نظام آئندہ کے لیے مرتب کیا اس کے اجراء کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی ختم ہو گئی اور ملک ترقی کی راہ پر لگ گیا اور مثل سرقوسہ کے جزیرہ کے جنوبی ساحل پر شہر اغر جنتم نے بڑی ترقی کی۔ اہل سرقوسہ کو اس کا عروج برا لگا اور ۴۴۶ سنہ ق م میں اغر جنتم، نکسوس، کتنا، لیونیتنی شہروں کو بزور اپنی نگرانی میں لے لیا، مگر یہاں کے باشندوں نے اہل یونان سے مدد چاہی۔ ایتھنس والوں نے ۴۱۴ سنہ میں بقوت سرقوسا کو مغلوب کر لیا اب بظاہر صقلیہ اہل ایتھنس کی حکومت میں داخل ہو گیا، مگر سرقوسہ والوں نے بغاوت کر دی غرضکہ ۴۱۳ سنہ ق م میں یونانیوں کی طاقت کمزور ہو گئی اور اہل سرقوسہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور اپنی فوجوں کو سسلی سے ہٹا لے گئے۔

قرطاجنہ موقعہ کے منتظر تھے ۴۰۹ سنہ ق م دوبارہ صقلیہ پر حملہ آور ہوئے اور اپنی پچھلی شکست کا ستر برس بعد بدلہ لے لیا اور کامیابی حاصل کی بعض مقامات پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اب گویا صقلیہ میں دو حکومتیں تھیں ایک سرقوسہ کی ریاست، دوسری قرطاجنہ کے زیر حکم علاقہ جات ان دونوں میں ہمیشہ خانہ جنگی برپا رہتی جو ۲۷۶ سنہ ق م تک قائم رہی

Marfat.com

صقلیہ کی حالت رومیوں کے زمانہ میں

جبکہ صقلیہ کی سرزمین ان دو مختلف قوموں (قرطاجنی، یونانی) میں منقسم تھی جو باری باری سے اپنا ڈنکا بجاتی رہتی تھیں تو اُس وقت تماشا گاہ عالم کے پردوں کے اندر ہی اندر کچھ اور سامان ہو رہا تھا، ایک نئی زبردست طاقت جو اب تک بالکل ضعیف خیال کی جاتی تھی دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی جس نے بہت جلد اُن تمام اقوام کو جو اس وقت دنیا میں اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہی تھیں اسٹیج پر سے ہٹا دیا، اور تاریخ عالم میں ایک ایسی عظیم الشان یادگار قائم کی جس سے تاریخ نے ایک نیا جنم لیا اور اب بجائے قرونِ قدیمہ کے تاریخ قرونِ متوسطہ میں آگئی۔ یہ نئی قوم جو اب پیدا ہوئی رومن قوم تھی۔

رومن قوم کی ابتدائی حالت

رومن قوم کے قدیم حالات کے بارہ میں وہی بیہودہ اور دورازکار روایتیں بیان کی گئی ہیں جو قریب قریب ہر قوم کی ابتدائی حالت کی نسبت لکھی گئی ہیں۔ اور جن کو زمانۂ حال کی تحقیق نے بالکل لغو قرار دے دیا ہے۔

غرضکہ جو کچھ اب تک ثابت ہوا ہے اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس موقع پر جہاں اب روما آباد ہے، پہلے مختلف قبائل بستے تھے جنہوں نے رفتہ رفتہ امتدادِ زمانہ کے باعث آخر ایک قوم کی صورت اختیار کر لی اور جیسا

Marfat.com

کہ قدیم اقوام میں دیکھا گیا ہے، اُن میں بھی چند ایسے عالی دماغ اور مدبر حاکم روما کے نام سے مشہور ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روما کی سلطنت نے ۵۰۸ سنہ قبل مسیح میں جمہوری صورت اختیار کرلی اور اس نے ان تمام مختلف قبائل کو جو جزیرہ نمائے اٹلی میں بستے تھے ایک ایک کرکے زیر کرنا شروع کردیا اور آخر بہت نزاعوں اور خونریزیوں کے بعد ۲۶۵ سنہ قبل مسیح میں سارے ملک اٹلی پر رومیوں کی جمہوری سلطنت کا پھریرا اُڑنے لگا اور گمنامی کے پردے سے نکل کر اس کا شمار بھی دنیا کی مشہور طاقتوں میں ہونے لگا جس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بطلیموس فلاو لفیوس فرمانروائے مصر نے جو اس وقت دنیا کے مشہور حکمرانوں میں سے تھا، اپنے سفیر رومن قوم کے پاس بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ رومن قوم اس سے دوستانہ تعلقات رکھے۔[1]

جبکہ کل جزیرہ نمائے اٹلی پر رومن قوم کا قبضہ ہوگیا، اور اب جزیرہ نما میں کوئی ایسی قوم باقی نہ رہی جس سے لڑکر رومن فاتح قوم جس کے دل میں تخیلات وجذبات کا دریا پورے جوش کے ساتھ موجزن تھا اپنے دل کے حوصلے پورے کرے تو زبردست قانونِ قدرت کے اصول کے بموجب بہت ہی ضروری ہوگیا کہ وہ اٹلی سے اپنا قدم باہر نکالے اور اُن اقوام سے اس کی مڈھ بھیڑ ہو جو دنیا میں اپنا ڈنکا بجا رہی تھیں۔ اور چونکہ سسلی بالکل اٹلی ہی کے قریب تھا اور اٹلی کی ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے اب اس پر قبضہ کرنا ضروری ہوگیا تھا، لہذا بہت جلد رومن قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہوگئی اور اس نے سسلی کا رُخ کردیا۔ ۲۶۵ سنہ قبل مسیح میں

---

[1] تاریخ مصر

Marfat.com

یونانی اور قرطاجنی مختلف مقامات پر اپنی اپنی حکومت کر رہے تھے اور ان میں وہ باہمی نزاعات اور خانہ جنگیاں آئے دن برپا رہتی تھیں جو ہمیشہ غیر قوم کے ملک میں داخل ہونے کا بہت بڑا سبب ہوا کی ہیں۔

ان باہمی نزاعوں اور خانہ جنگیوں سے رومن قوم کو اس بات کا پورا موقع مل گیا کہ وہ اپنی خواہشوں کو ہمدردی کے پیرایہ میں ظاہر کرے چنانچہ جس وقت مسّانا والوں نے سرقوسا والوں اور قرطاجینیوں کے متواتر حملوں سے تنگ آ کر جن میں سے ہر ایک اس پر اپنے دندانِ آز تیز کیے ہوئے تھا رومن قوم سے مدد کی درخواست کی تو اس نے فوراً ایک قوی اور مستعد فوج بظاہر (مسینہ) مسانا والوں کی تائید اور اصل میں سسلی پر قبضہ جمانے کے لیے بھیج دی۔ سرقوسا والے اور قرطاجینی دونوں اب خوابِ غفلت سے چونکے اور اپنے اس نئے زبردست دشمن کے دفعیہ کے لیے اپنی باہمی خانہ جنگیاں چند روز کے لیے ختم کر دیں۔ سرقوسا والوں نے قرطاجینیوں سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ممالک مقبوضہ پر حملہ نہ کرینگے اور قرطاجینیوں نے اس کے معاوضہ میں رومیوں سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کیا رومیوں نے قرطاجینیوں کو اطلاع آخر بھیجی کہ بہتر ہے تم مسانا کو چھوڑ دو اور اس طرح ہم چلے جائینگے۔ قرطاجینیوں نے انکار کیا، اور اب ان دونوں دنیا کی مشہور طاقتوں میں مڈبھیڑ ہونی شروع ہو گئی۔

رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات

رومن قوم نے دشمن کی جمعیت توڑ دینے اور اس میں نفاق پھیلانے کے

Marfat.com

ضروری قاعدے پر عمل کیا جس سے عموماً فاتحین کی فتح ہوا کی ہے، چنانچہ اس نے حکمراں سرقوسا ہیرو ثانی سے جو ایک دور اندیش اور بیدار مغز حاکم تھا معاہدہ کر لیا، جس کے عمدہ نتائج آئندہ چل کر ظاہر ہوئے اور یہ بات چاہی کہ وہ قرطاجینیوں اور رومیوں کے باہمی مقابلہ میں بالکل الگ تھلگ رہے اور اس کے معاوضہ میں رومن قوم اس کے حقوق کو برقرار رکھیگی، مگر اس سے قرطاجینیوں پر جو اس وقت میں دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقت شمار کی جاتی تھی اور اس لحاظ سے سمندر کی مالک بھی کوئی اثر نہ ہوا رومن قوم کو قرطاجینیوں پر فتح پانے کے لیے[1] پہلے بحری طاقت پیدا کرنی ضرور تھی جس کے بغیر اُن کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ امیر البحر دوبلیوس کی عجیب اور ان تھک کوششوں کی بدولت یہ مشکل بھی رفع ہوگئی اور ۲۶۲ سنہ قبل مسیح میں رومیوں نے قرطاجینیوں کو اس بحری طاقت میں جس پر اُنہیں ناز تھا فاش شکست دی۔ اب قرطاجینیوں کی بھی آنکھیں کھلیں اور وہ بھی تیزی اور مستعدی کے ساتھ رومیوں کا حملہ روکنے کے لیے مستعد ہوگئے۔ یہ زمانہ جبکہ یہ دونوں دنیا کی مشہور قوتیں بڑے زور شور سے ٹکرا رہی تھیں ایک مدت تک رہا اور اس مدت میں بڑے بڑے معرکے اور جانبازیاں جنہیں انسانی شجاعت اور بہادری کا اعلیٰ نمونہ کہا جا سکتا ہے واقع ہوئیں۔ قرطاجینیوں کے اقبال کا دور ختم ہو چکا تھا اور ان میں وہ برائیاں جو ایک زبردست طاقت کی جڑ کو کھوکھلی کر دیا کرتی ہیں پیدا

---

[1] رومن قوم کے بیان میں ان کتابوں کے علاوہ جن کے نام پہلے بیان کر دیے ہیں زبدۃ الصحائف فی مباحث المعارف (مولفہ نوفل آفندی طرابلسی) سے بھی مدد لی گئی ہے

ہو چکی تھیں چنانچہ خود ان کی فوج میں جو اُجرت پر نوکر رکھی جاتی تھی سخت جھگڑا برپا ہو گیا۔ ان سب باتوں نے رومن قوم کے لیے راستہ صاف کر دیا، اور اس نے جزیرۂ سارڈینیا پر جو صقلیہ سے قریب ہی واقع ہے فتح حاصل کرلی۔ یہ پہلا جزیرہ تھا جس پر رومن قوم نے فتح پائی۔ قرطاجینی رومیوں کی اس فتح پر بہت ہی بگڑے مگر مجبور رہے۔ دانت پیس کر چپ ہو گئے۔ رومیوں نے بڑھ کر جزیرۂ کورسیکا پر بھی قبضہ کرلیا اور اب صقلیہ کی باری آئی۔ قرطاجینیوں نے یقین کرلیا کہ اب رومیوں سے مقابلہ بے سود ہے اور موجودہ حالت میں مقابلہ سے بجز نقصان کے اور کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا چنانچہ انہوں نے صلح کی درخواست کی اور شرائط ذیل پر ۲۴۱ سنہ قبل مسیح میں صلح منعقد ہو گئی۔

(۱) قرطاجینی صقلیہ اور اُن تمام چھوٹے چھوٹے جزیروں کو جو صقلیہ سے قریب واقع ہیں اور جن پر اب تک انہی کا قبضہ تھا خالی کر دینگے۔

(۲) قرطاجینی رومن قوم کو ایک بیش قرار تاوانِ جنگ دینگے۔

(۳) قرطاجینی اعتراف کرتے ہیں کہ ہیرو حاکم سرقوسا سے اور اس سے اور اُس کے جانشینوں سے آئندہ قرطاجینیوں کو لڑائی کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۴) اس کے معاوضہ میں رومن قوم قرطاجینیوں پر حملہ نہ کریگی اور اس کو قرطاجینیوں کے دوسرے مقبوضات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

Marfat.com

صقلیہ پر رومن قوم کا قبضہ

اس صلح سے چند روز کے لیے رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات تھم گئے اور صقلیہ باستثنائے ریاست سرقوسا، سارڈینیا اور کارسیکا رومن قوم کے قبضہ میں آئے، جس کا انتظام کرنا اب ان کو ضروری تھا۔ رومیوں نے سارڈینیا اور کارسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک صوبہ قرار دیا (یہ رومیوں کے سب سے پہلے صوبے تھے) ہر ایک صوبہ کا ایک والی ہوا کرتا تھا جس کو پرتیوریا پروقنصل کا لقب دیا جاتا تھا۔ پرتیوریا پروقنصل کو باستثنائے اُن رومن نژادوں کے جو ان صوبوں میں مقیم ہو جائیں، باقی تمام باتوں میں پورا اختیار حاصل تھا اور اس کو اپنے احکام کے نافذ کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

سرقوسا کا خاتمہ اور کل صقلیہ پر رومیوں کا تصرف

۲۱۵ء قبل مسیح میں ہیرو ثانی حاکم سرقوسا مر گیا جس نے آخری وقت میں اپنی بیدار مغزی اور دور اندیشی سے سرقوسا کی حفاظت کی تھی جیسا کہ چراغ گل ہونے کے وقت ایک غیر معمولی روشنی میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہی غیر معمولی روشنی اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اب اس کے خاتمہ کا وقت قریب ہے۔ اسی طرح ہیرو ثانی کا زمانہ بھی اس بات کی خبر دے رہا تھا کہ اب اس کے نزع کا وقت قریب آ پہنچا۔ چنانچہ اس کے مر جانے کے بعد کوئی ایسا

Marfat.com

شخص باقی نہ رہا جو اس کی جانشینی کی صلاحیت رکھتا ہو اور ملک کی روز افزوں بدنظمی اور تباہی کا انسداد کر سکے۔ بدنظمی بڑھتی گئی، اور رقرطاجنیوں نے بھی خلاف معاہدہ سرقوسا کے معاملات میں دست اندازی شروع کی۔ اب کوئی وجہ نہ تھی کہ رومی سلطنت بھی اس میں مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے قنصل مرسلوس کو بھیجا تاکہ وہ سرقوسا کی ریاست پر رومی سلطنت کی طرف سے قبضہ کر لے۔ اب سرقوسا کے خاتمہ کا وقت آپہنچا اور باشندگانِ سرقوسا نے بھی جب تک دم میں دم رہا اپنی آزادی قائم رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ تمام کوششیں بےکار گئیں اور آخرکار انہیں اپنی آزادی جس کے بچانے کے لیے اُنھوں نے یونان اور قرطاجنہ سے مقابلہ کیا تھا اور انہیں سخت شکستیں دی تھیں، رومن قوم کے سپرد کر دینی پڑی اور اس طرح پر سسلی کی خودمختاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور سارے جزیرہ پر ۲۱۲ء قبل مسیح میں بلا شرکت غیرے رومی سلطنت جمہوری ہی کا قبضہ نظر آنے لگا۔

رومیوں کا اقوامِ مفتوحہ سے سلوک

وہ عظیم الشان ترقی جس کی بدولت رومیوں نے اپنے سے پہلی گذری ہوئی قوموں کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کا کارتھیج (قرطاجنہ) مقدونیہ، یونان فرانس و نیز دیگر اس زمانہ کی قوی سے قوی طاقتوں کو مغلوب کرنا اپنی خاص نوآبادیاں بسانا اور وہاں جا کر بسنے والوں کو خاص خاص حقوق کا عطا کرنا جس کے مفید نتائج کو یورپ آج تک تسلیم کرتا بلکہ اس

Marfat.com

پر مضبوطی سے عمل کرتا رہا ہے اُن بے نظیر قوانین و انتظامات کا مرتب کرنا جو اپنے بنانے والوں کی عالی دماغی کے شاہد ہیں اور جن پر آج سارے یورپ کے انتظامات و قوانین کی بنیاد رکھی گئی ہے" یہ سب باتیں گو فی الواقع نہایت ہی دلکش ہیں مگر رومیوں میں بھی غریبی اور امیری کا مسئلہ تھا، مساوات نہ تھی، غلامی کا رواج عام تھا ان کے ساتھ بے انصافی کی جاتی اور ان پر ظلم توڑے جاتے۔ رومن قوم کا سلوک اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ مختلف قسم کا رہا ہے اور جو سلوک ایک قوم کے ساتھ کیا گیا ہے اس کو دوسری قوم کے سلوک کے ساتھ ذرا بھی مناسبت نہیں۔ کہیں اس نے مفتوح قوم کا بالکل قلع وقمع اور دنیا سے نابود کر دیا، جیسے کارتھج والوں کے ساتھ کیا گیا اور کہیں اُنھیں غلام بنا لیا گیا، بعض کو ایک حد تک آزادی دی گئی اور شاذ و نادر کسی قوم کو خود رومن قوم کے حقوق دیدیے گئے۔ غرضکہ اس نے بالکل مختلف طریقے برتے جس کی نسبت ایک مورخ (مصنف تاریخ قدیم) یہ لکھتا ہے "مفتوحہ قوموں کے ساتھ رومیوں کے اس مختلف طور کے طرز عمل کی نسبت پورے پورے وجوہات اب تک درست طور پر معلوم نہیں ہوئے ہیں۔ ظنی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن قوموں نے اُس سے سخت مقابلہ کیا تھا اور اطاعت قبول کر لینے کے بعد پھر بغاوت کی تھی اور اس کے مخالفین سے ساز باز کر لیا تھا اُن سے اُس نے سخت برتاؤ کیا اور اُن کے لیے سخت قوانین مقرر کیے" گو یہ رائے ایک حد تک بہت ہی درست ہے مگر اصل یہ ہے کہ رومن قوم کے مدبر اس امر کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ رومن سلطنت

Marfat.com

کا قیام اُسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ اقوامِ مفتوحہ اُبھرنے نہ پائیں مگر ساتھ ہی رومن قوم سے راضی بھی رہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر اس نے مقتضائے وقت اور قومِ مفتوحہ کے مناسب عمل کیا۔ قرطاجینی چونکہ روم کے سخت دشمن تھے اور اس کے زندہ باقی رہنے سے ہر وقت کا خطرہ لگا رہتا تھا اس لیے وہ بالکل تباہ و برباد کر دیے گئے یونانیوں سے چونکہ اس بات کی تسلی تھی کہ اُن کی باہمی رقابتیں انہیں اس قدر ابھرنے ہی نہیں دینگی کہ وہ رومن قوم کے سامنے آئیں لہذا اُنہیں آزادی دیدی گئی جس سے خود رومیوں کا ذاتی نفع تھا۔ فرانس کی قومیں چونکہ بالکل وحشیانہ حالت میں تھیں لہذا وہ غلام بنالی گئیں۔ غرضکہ اُس نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھ کر جن پر ان کی سلطنت کی زندگی منحصر تھی قومِ مفتوحہ کے ساتھ سلوک کیا اور یہی وجہ رومیوں کی دیرینہ کامیابی کی بھی ہوئی۔

صقلیہ کی حالت رومن قوم کے زمانہ میں

اب ہم کو صقلیہ کی حالت پر غور کرنا ہے۔ جب معاہدہ کے مطابق قرطاجینیوں نے صقلیہ کو خالی کردیا اور اس کا انتظام اس طرح پر کر دیا گیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے تو اس میں بہت سے رومن نژاد باشندے آکر مقیم ہو گئے جنہیں اپنے پہلے حقوق و امتیازات حاصل رہتے تھے اُن لوگوں کی یہاں زمینداریاں قائم ہو گئیں اور اس طرح پر بہت جلد صقلیہ میں ہر طرف رومی ہی رومی نظر آنے لگے۔

Marfat.com

رومن قوم کے غلام اور ان کی حالت

ان رومیوں نے اپنی ماتحت زراعت وغیرہ کے کام ان قابلِ رحم اور مظلوم انسانوں سے لیے جو رومن قوم کے طفیل سے ذلیل طور پر غلام بنا لیے گئے تھے۔ رومن قوم نے اس نفرت انگیز غلامی کے اصول کو پہلی پہل دنیا میں رائج کیا۔ یہی غلامی کا مسئلہ ہے جس پر مسلمانوں کی نسبت یورپ نے بہت کچھ واویلا مچایا ہے اور بڑے بڑے الزام لگائے ہیں مسلمانوں کی غلامی جس پر غلامی کا اطلاق کیا جاتا ہے ایسی نہیں تھی کیونکہ جس عمدہ حالت میں مسلمانوں کے غلام رہتے تھے اور جس طرح پر وہ بہت جلد غلامی کی قید سے آزاد ہو جاتے۔ اور ان کا وہی رتبہ ہو جاتا تھا جو ان کے مالکوں کا تھا اس کا اعتراف خود یورپ کے محققین بھی کرنے لگے ہیں اور اس کا ثبوت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں غلامی کی وجہ سے کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔ غلامی کی جو خراب تصویر یورپ نے اپنے ذہن میں کھینچ لی ہے (کہ غلام وہ ہیں جو زنجیروں میں جکڑے ہوں۔ غذا کی جگہ چابک کھاتے ہوں، مکان کے عوض تہ خانوں میں محبوس ہوں، اتنی بھی ان کی وقعت نہ کی جاتی ہو جو ایک بلی اور کتے کی کی جاتی ہے اور اسی طرح کے وہ سارے تصورات جو نہایت ہی رنگ آمیز ہیں، حد درجہ کے مشرقی مبالغوں کے ساتھ یورپ کے خیال میں متمکن ہیں یہ تصویر مسلمانوں کی غلامی کی نہیں بلکہ وہ بغیر کسی مبالغہ کے رومن قوم کی غلامی پر صادق آتی ہے جو خود یورپ

کے رہنے والے ہیں اور جن کے قوانین کا ہر وقت راگ گایا جاتا ہے اور ان کے بعد ہر ترقی کرنے والی قوم کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر انہی کا مقلد اور ان ہی کے خیالات سے مستفید بتایا جاتا ہے ۔ بیشک وہ سارے الزامات جو غلامی کی نسبت ہو سکتے ہیں رومن قوم کی غلامی پر کیے جا سکتے ہیں ۔ یہ غریب بالکل حیوانات کی طرح رکھے جاتے تھے اور ان کو کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نفرت انگیز و ذلت بار غلامی سے نکلنے کے لیے کوئی ذریعہ رکھا نہیں گیا تھا ۔ سارڈینیا اور کورسیکا کی بغاوت فرو کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے جس قسم کا برتاؤ کیا گیا ایک وحشی سے وحشی قوم بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتی ۔ تاریخ کا عیسائی مصنف اس کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "جزیرے لوٹ لیے گئے ، جس قدر مال تھا وہ سب چھین لیا گیا ، تمام باشندے غلام بنا کر بیچ دیے گئے ، جس کی وجہ سے روما میں غلاموں کی اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ وہ ساری چیزوں سے حقیر ترین چیز خیال کیے جاتے تھے ۔ چنانچہ یہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا تھا "سارڈینی سے زیادہ حقیر" یہی غلامی کا طریقہ تھا جس کی بدولت رومی سلطنت کو آئندہ چل کر بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں ، مسلمانوں کی تاریخ کے برخلاف رومیوں کی تاریخ میں جو ہر وقت اور ہر مقام پر غلاموں کی شورش و بغاوت کی بیسیوں نظیریں ملتی ہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ رومیوں کا طرزِ عمل غلاموں کے ساتھ نہایت برا اور نفرت انگیز تھا ۔ چنانچہ صقلیہ میں بھی یہی حالت نظر آئیگی ۔

غلاموں کی پہلی بغاوت صقلیہ میں

جب رومی صقلیہ میں غلاموں سے نفرت انگیز کام نفرت انگیز طریقہ سے لینے لگے اور وہ ہولناک مظالم اُن پر توڑے گئے جن سے تہذیب شرماتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ایک آتش فشاں مادہ کی صورت میں نمودار ہو۔ چنانچہ ۱۳۲ء قبل مسیح میں جبکہ جزیرہ میں غلاموں کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو اب اس مادہ کے مشتعل ہونے کا وقت آگیا اور یونس نامی ایک غلام نے جو سوریا (شام) سے گرفتار ہو کر آیا تھا اس آتش فشاں مادہ کو چھیڑ دیا اور رومی سلطنت کے برخلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ یونس کے اُٹھ کھڑے ہونے کی دیر تھی کہ ہزاروں غلام جو مرنے مارنے پر مستعد تھے اور صرف سہارا ڈھونڈ رہے تھے یونس کے جھنڈے نیچے فوراً جمع ہو گئے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ ان غلاموں کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی جو بلا شبہ درست ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یونس نے اپنی کامیابی کی غرض سے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا جو کچھ ہو یہ خوفناک بغاوت کچھ اس زور سے مشتعل ہوئی کہ رومی سلطنت کو بھی بہت کچھ اپنی طاقت اس کے فرو کرنے میں صرف کرنی پڑی۔ سب سے پہلے ایک رومی قواعد داں فوج بھیجی گئی مگر ان غلاموں نے جو زندگی سے بیزار تھے کچھ ایسی بہادری دکھائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور رومن سلطنت کو اور بہت سی فوج بھیجنی پڑی۔ جب غلاموں نے اس نئی مدد کو آئی ہوئی فوج کو بھی مشکل میں ڈال دیا تو پھر تیسری دفعہ بہت ہی جرار فوج

Marfat.com

روما سے روانہ ہوئی۔ اس دفعہ کسی قدر رومیوں نے کامیابی حاصل کی اور دس ہزار کے قریب غلام رومیوں کی تہذیب و تمدن پر قربان ہو گئے۔ مگر غلاموں کی پُرجوش طاقتیں ابھی سرد نہیں ہوئی تھیں۔ اب چوتھی دفعہ رومی سلطنت کا مشہور جنرل روپلیوس بھیجا گیا جس نے حد درجہ کی خونریزی کے بعد فتح حاصل کی۔ غلاموں کی ثابت قدمی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب تک دو لاکھ غلاموں کی جماعت میں سے پورے ایک لاکھ نوے ہزار کی قربانی نہ ہو چکی اس وقت تک مقابلہ سے منہ نہ موڑا، اور آخر کار جب رومیوں کی جابر فوج کے سامنے ان کے قدم نہ جم سکے تو مجبور ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ بچے ہوئے ایک ہزار غلام بھی آخر اس دنیا سے جس میں اب اُن کے لیے کوئی آسائش باقی نہ رہی تھی رخصت کر دیے گئے۔ اور اس طرح سخت سے سخت خونریزیوں کے بعد جس میں دو لاکھ غلام رومیوں کی تیغِ ستم سے موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے غلاموں کی طرف سے جائز بغاوت فرو ہو سکی اور اس طرح سے رومی سلطنت کو پہلی پہل مضبوط اور سچے قانونِ قدرت کے توڑنے کا ثمرہ دیکھنا پڑا۔ مگر کیا اسی قدر سزا اس کو بھگتنی پڑی؟ نہیں بلکہ بہت ہی جلد اس کو اس سے بھی زیادہ سخت آفت میں مبتلا ہونا تھا۔

غلاموں کی دوسری بغاوت صقلیہ میں

گذشتہ بغاوت فرو کرنے کے وقت ان چند رومیوں کو بھی جنہوں نے

Marfat.com

غلاموں کی تائید کی تھی تعزیراً غلام بنا لیا گیا تھا۔ اور جب سنٹ (رومیوں کی پارلیمنٹ) نے ان کا مرافعہ نامنظور کر دیا تو اس کا نتیجہ یہی ہوا (جو ہونا چاہیے تھا) کہ انہوں نے بغاوت کر دی اور اس طرح اٹلی سے بہت جلد صقلیہ میں یہ بغاوت پھیل گئی۔ اس دفعہ ان کے سپہ سالار دو شخص تھے۔ ایک تو اثینیون تھا جس نے یونس کی طرح عام طور پر لوگوں کو اپنا معتقد بنانے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے وحی آنے کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھے الہام ہو چکا ہے جس سے ضرور مجھے سلطنت مل کر رہیگی۔ دوسرا سپہ سالار تریفون تھا جو شام کا رہنے والا تھا۔

اب کی دفعہ ان کی بغاوت پہلی بغاوت سے زیادہ سخت تھی اور جزیرہ کے ایک بڑے حصہ پر ان کا قبضہ بھی ہو گیا، اور انہوں نے غلہ اور میوہ جات کو جس کی پیداوار کے لیے صقلیہ اُس زمانے میں بہت ہی مشہور تھی باہر لیجانا موقوف کر دیا۔ رومی سلطنت کے لیے یہ بہت ہی نازک وقت تھا خود رومیوں میں خاصہ اور عامہ کے دو فرقے ہو گئے تھے اس سے پہلے روما میں فقیروں کی بغاوت ہو چکی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وحشی قوموں سے سخت مقابلہ اس کو درپیش تھا۔ بایں ہمہ اُس نے بغاوت فرو کرنے کے لیے سنہ ۱۰۴ قبل مسیح میں چودہ ہزار فوج بھیجی اس فوج کو بھی وہی پہلی بغاوت کی سی حالت پیش آئی اور بالآخر سنہ ۹۹ قبل مسیح میں متعدد فوجوں کے ناکام رہنے اور پانچ سال کی متواتر خونریزیوں کے بعد جب ماریوس رومیوں کا مشہور جنرل جس نے وحشی اقوام کو شکست دی تھی اور رومیوں کی حالت

کو سنبھال لیا تھا اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا، تو اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔ اس بغاوت کے بعد پھر کوئی بغاوت صقلیہ میں نہیں ہوئی۔ اور اس طرح صقلیہ اب بغیر کسی خرخشہ کے ایک رومن کالونی (نوآبادی) تھی جس کو زراعت کے لحاظ سے ایک عمدہ رتبہ حاصل تھا، اور یہی حالت اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ رومن قوم کا ستارہ غروب نہ ہو گیا۔ وہ تمام واقعات جو رومن سلطنت پر گزرے یعنی جمہوری سلطنت کا شاہنشاہی ہو جانا، اس کا دارالسلطنت روما سے قسطنطنیہ کو بدل جانا، عیسوی مذہب قبول کرنا۔ یہ سب تفصیلات ہمارے مضمون سے خارج ہیں مگر سلسلۂ بیان کے لحاظ سے ایک اجمالی خاکہ کھینچ دینا ضروری ہے۔

رومن سلطنت کی بربادی

سنہ ۱۰۰ قبل مسیح میں وہ مشہور شخص سیزر پیدا ہوا جس نے آخر کار رومن جمہوری سلطنت کے عوض رومن شہنشاہی کی بنیاد ڈالی اور اس کے مارے جانے کے بعد جو کچھ کسر اس میں باقی رہ گئی تھی اس کو اغسطس نے پورا کر دیا اور اس طرح رومن شاہنشاہی قائم ہو گئی۔ مگر بہت جلد اس میں زوال آنا شروع ہو گیا تھا جس کی اصلاح قسطنطین نے سنہ ۳۲۳ء میں کی۔ اس شہنشاہ نے عیسوی مذہب قبول کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تغیر رومیوں کی حالت میں پیدا ہو گیا۔ اسی نے روما کے عوض قسطنطیہ کو جو اسی کا بسایا ہوا تھا بلحاظ موقع کے عمدہ ہونے کے دارالسلطنت بنایا۔ قاعدے کے مطابق اب پھر زوال آنا شروع

Marfat.com

ہوگیا تھا مگر تھیوڈوشیس کی سرگرمی و مستعدی سے جو ۳۷۹ء میں تخت نشین ہوا چند روز کے لیے پھر حالت سنبھل گئی تھیوڈوشیس کے اس خیال سے کہ ایسی عظیم الشان سلطنت کے لیے ایک شہنشاہ کافی نہیں ہو سکتا اور ایک شخص واحد سے پوری نگرانی نہیں ہو سکتی رومن سلطنت کے دو ٹکڑے کر دیے۔ ایک مملکتِ شرقیہ جس کا مستقر قسطنطنیہ تھا۔ اس پر اس نے اپنے لڑکے ارکادیوس کو والی بنایا اور دوسری مملکت غربیہ جس کا دارالسلطنت روم قرار دیا گیا اور اس کی عنانِ حکومت اپنے دوسرے لڑکے ہنوریس کو دی۔ مگر اس تقسیم سے اس عظیم الشان انحطاط کا جواب دن بدن ہو رہا تھا کچھ بھی انسداد نہ ہوا بلکہ اس سے اور بھی جلد جلد تنزل ہونے لگا اقوام وحشیہ کو جو اپنے متواتر حملوں سے رومن سلطنت کی ہڈی پسلی توڑ رہے تھے اپنے مقاصد میں اور زیادہ کامیابی ہوگئی۔ شرقی مملکت تو خیر جوں توں سنبھلی رہی، مگر غربی سلطنت کا بہت ہی جلد یعنی تھیوڈوشیس کے مرنے کے اکیاسی سال بعد اس سبب سے کہ وحشی اقوام کے پے در پے حملوں کے باعث سلطنت دن بدن ضعیف ہو رہی تھی خاتمہ ہوگیا اور وحشی اقوام نے ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ تاتاری سیلاب نے بغداد کی اسلامی خلافت کو دنیا سے ناپید کر دیا۔ ۴۷۶ء میں اس رومن سلطنت کو بھی جس نے نہایت حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی کی تھی اُسی فنا کے تاریک غار میں ڈھکیل دیا جس میں اس نے اپنے عروج اور اقبال کے دور میں بیسیوں بڑی بڑی سلطنتیں غارت کی تھیں[۱]۔

---

[۱] تاریخ سسلی صفحہ ۶۱۔

Marfat.com

اہلِ صقلیہ پر رومیوں کے زوال کا یہ اثر پڑا کہ وہ بھی مضمحل ہوگئے اور ان پر گاتھک قوم نے حملہ کیا مگر حملہ آور مغربی گال کا فرمانروا ایلیدک سنہ ۴۱۰ء میں مرگیا تو ٹیوٹانکس کے قبضہ میں آگیا۔ غرضکہ صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بن گیا، پھر رومیوں نے سنہ ۵۳۵ء میں صقلیہ پر حملہ کیا اور سنہ ۵۵۱ء میں گاتھک اقتدار صقلیہ سے اُکھڑ گیا اور ان کے زمانہ میں عرب و روم کی معرکہ آرائی شروع ہوگئی اسی سلسلہ میں سنہ ۶۶۵ء میں شہنشاہ قسطنطین دوم صقلیہ آیا اور سنہ ۶۶۸ء میں غسلخانہ میں قتل کردیا گیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا مزبیس صقلیہ کا بادشاہ بنا، مگر اس کے بھائی قسطنطین چہارم نے حکومت چھین لی اور صقلیہ کا بادشاہ بن گیا۔ اسی زمانہ میں عرب حملہ آور ہوئے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

عربوں کی یلغار صقلیہ پر

افریقہ کے بڑے حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تو افریقہ کے بقیہ حصہ اور اردگرد کے جزائر پر مسلمانوں نے توجہ کی۔ جزیرۂ صقلیہ کی ان دنوں بڑی اہمیت تھی۔ یہاں کے لوگوں نے عموماً افریقہ کے مقبوضات پر حملہ کرکے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے اس جزیرہ کو اپنی جنگی چھاؤنی بنا لیا تھا۔ حکومت بیزنطینی کا صقلیہ پر کامل اقتدار رہتا۔ شام اور مصر زیر نگین اسلام ہوئے تو مفرور عیسائی صقلیہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ ۱۹ سنہ میں قیساریہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تو یہاں کا رومی گورنر بھاگ کر صقلیہ میں پناہ گیر ہوا۔

۵۳۱ء میں مسلمانوں کی پیشقدمی کے جواب میں قیصر روم قسطنطین دوم (۴۸-۲۲ سنہ) عظیم الشان بیڑا لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، مگر مسلمانوں کے مقابلہ سے ہزیمت کھا کر قسطنطنیہ واپس جاتے ہوئے صقلیہ پہنچا اور یہاں قیام کر کے شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرانے اور ان علاقوں پر حملہ کرنے کے لیے اہلِ صقلیہ کو آمادہ کرنے میں مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطینی مقبوضہ اسلامی ملکوں سے بہت نزدیک تھا یہیں سے خفیہ ریشہ دوانیاں کی جایا کرتی تھیں[1]۔

امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے ان کو پہلی پہل یہ خیال آیا کہ اس جزیرہ

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۳۔ ص ۹۲-۹۳ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

کو زیرِ اسلام لانے کے بعد سے رومیوں کی آئے دن کی خلفشار اور ظالمانہ ڈاکہ زنی سے مقبوضاتِ اسلامی کو نجات حاصل ہو جائیگی۔ چنانچہ خلیفۂ وقت حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اجازت حاصل کرکے امیر معاویہ نے ۳۳ھ میں ایک جنگی بیڑا جس میں تین سو جہاز تھے صقلیہ بھیجا۔ گورنر صقلیہ نے والیِ قیساریہ سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے عربوں کی شجاعت اور مردانگی سے اس کو آگاہ کیا اور کہا کہ ان عربوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دو تو جان بچ جائیگی مگر گورنر کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، وہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اتمامِ حجت کے لیے اسلامی نمائندہ اولاً گورنر نے جو سفیر اسلامی امیر البحر کے پاس بھیجا تھا، اس کے ساتھ روانہ کیا اس نے اپنے عمومی مطالبہ کو پیش کیا:

"تم لوگ دین اسلام قبول کرو اور ہماری ذمہ داری میں آجاؤ اور اس کے معاوضہ میں جزیہ دیا کرو جیسا کہ ذمّی ممالک سے لیا جاتا ہے، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا"

گورنر صقلیہ نے جواباً کہا کہ صقلیہ روم کے شہر نہیں جو آسانی سے تمہارے قبضہ میں آ گئے۔ صقلیہ ایک محفوظ اور مامون قلعہ ہے اور ہمارے پاس بڑی فوج تربیت یافتہ ہے، اس کو اگر دیکھو گے تو پشیمان ہو کر چلے جاؤ گے اور بحرِ روم کے عبور کی زحمت کا افسوس کرو گے۔ اور تبدیلِ مذہب کے متعلق کیا خام خیالی ہے اور جزیہ تم کو خود ادا کرنا چاہیے کہ ہم تم پر حملہ نہ کریں۔ اتنے میں ایک بطریق ننگی تلوار لے کر اسلامی فوج کے سامنے نکلا اور دعوتِ مبازرت

Marfat.com

دی، ایک نومسلم مقابلہ کے لیے نکلا اور چشم زدن میں بطریق کے سر کو لیکر اپنی جگہ چلا گیا۔ گورنر نے یہ رنگ دیکھا تو پوچھا کیا یہ جوان عرب ہے، جواب ملا نہیں یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی مردانگی قبولِ اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔ گورنر ہیبت زدہ ہو گیا اور محل کو لوٹ گیا۔ مگر مسلمانوں نے عام حملہ کا انتظام کیا۔ مقابل رومی فوج صف آرا ہو گئی طبلِ جنگ بجتے ہی جنگی مقابلہ شروع ہو گیا ہر دو طرف سے دادِ شجاعت کے جوہر دکھائے گئے۔ ایک عرصہ تک معرکہ آرائی رہی گورنر نے قسطنطنیہ سے امداد طلب کی وہاں سے چھ سو جنگی جہازوں کا بیڑا اہلِ صقلیہ کی حفاظت کے لیے روانہ ہوا، اسلامی فوج نے مالِ غنیمت کافی جمع کر لیا تھا ادھر افریقہ، مصر و شام سے کسی امداد کی فوری توقع نہ تھی، انہوں نے راتوں رات ساحلِ صقلیہ کو خیرباد کہا امیر لشکر معہ قیدیوں اور مالِ غنیمت کے خیریت سے دمشق پہنچ گیا اور امیر معاویہ سے مفصل حالات بیان کیے، انہوں نے تمام تفصیلی حالات حضرت عثمان کی خدمت میں تحریر کر دیے۔ حضرت عثمان نے امیر لشکر کے اس طرزِ عمل کو پسند فرمایا۔[1]

اس واقعہ کے بعد مدینہ میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی امیر شام خلیفہ وقت حضرت علی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور رومیوں سے صلح کر لی، مگر رومیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر صقلیہ کو مضبوط کر لیا اور اس کو مستقل فوجی چھاؤنی بنا لیا۔

---

[1] فتوح الشام و مصر واقدی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ ایک خارجی کے ہاتھوں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے اور حضرت حسن خلیفہ منتخب ہوئے مگر انہوں نے امیر معاویہ کے حق میں خلعِ خلافت فرمایا اور امیر معاویہ کل ممالک اسلامی کے بادشاہ بن گئے تو ان کے والیِ افریقہ نے پھر صقلیہ کی تسخیر کی طرف توجہ کی والیِ افریقہ امیر معاویہ کی طرف سے معاویہ بن خدیج الکندی تھے اُنہوں نے ۴۶ھ میں عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں دو سو جنگی جہاز کا بیڑہ صقلیہ روانہ کیا۔

عبداللہ مذکور کو بحر روم کی جنگوں کا تجربہ کافی تھا چنانچہ صقلیہ پر حملہ کیا باوجودیکہ قسطنطین بذات خود صقلیہ میں تھا مگر ابن قیس نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ افریقہ لوٹ آئے اور غنیمت کا پانچواں حصہ حکومت کے بیت المال کے لیے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ زر و جواہر کافی تھا، مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی تھے۔ امیر نے ان کو فروخت کرنے کے لیے ہندوستان بھیج دیا۔ باوجودیکہ مسلمانوں نے اختلاف کیا مگر انہوں نے کوئی شنوائی نہ کی[1]

امیر معاویہ کے بعد یزید ان کا جانشین ہوا جس کے ظلم و ستم کی تصویر کربلا کے واقعات میں پوری طرح نظر آتی ہے۔ اس کے بعد واقعہ حرہ میں کئی سو صحابہ کا قتل آخرش موت کے شکنجہ نے اس کے ظلم و عدوان کا خاتمہ کیا۔ اس کا بیٹا جانشین ہوا، وہ چالیس یوم بادشاہ رہ کر واصل بحق ہوا تو مروان بن حکم جو حضرت عثمان کا چچازاد بھائی اور ان کا میر منشی تھا جس کی بدولت

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۳۵

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے شہید کیا۔ اس نے شام پہنچ کر اپنی بیعت لی اور سریر آرائے حکومت اسلامیہ ہو گیا، اس کے مرنے کے بعد عبدالملک تخت نشین ہوا اس کے زمانہ میں افریقہ میں باغیوں کے ہاتھ سے عقبہ بن نافع شہید ہوئے تو ان کی سرکوبی کے لیے زہیر بن قیس بلوی کو ۶۲ھ میں افریقہ کی ولایت پر بھیجا، برقہ میں قیام کیا پھر قیروان معہ لشکر روانہ ہوا اور کامیابی حاصل کی۔ ۶۹ھ میں مصر لوٹے، شاہ قسطنطنیہ کا رومی لشکر صقلیہ سے برقہ آیا اور اس کو تاراج کر ڈالا۔ زہیر بھی رومیوں میں گھر گئے اور معہ ساتھیوں کے شہید ہوئے۔[1] عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے حسان بن نعمان کو والی مقرر کیا اور چالیس ہزار سپاہی اور مصر کی کنجی اس کے ہاتھ میں دیدی اور جہاز سازی کے کارخانے قائم کرنے کا حکم دیا۔ حسان نے افریقہ آ کر یہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ حکومت قرطاجنہ کا وجود اسلامی مملکت کے لیے سخت خطرہ تھا۔ اس وقت شمالی افریقہ میں سب سے بڑی طاقت یہی تھی۔ حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ کی طرف سے قرطاجہ پر گورنر رہا کرتا تھا۔ چنانچہ حسان نے اس حکومت کا ایک معرکہ میں خاتمہ کر دیا۔ یہاں کے لوگ حسان سے اجازت لے کر صقلیہ اور اندلس چلے گیے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربری زیر علم اسلامی آگئے اور ان کو عربوں کے مساوی حقوق عطا ہوئے۔ قرطاجنہ کی جنگ میں صقلیہ نے نمایاں حصہ لیا تھا اب ضرورت اشد تھی کہ ان کی معقول گوشمالی کی جائے چنانچہ تیونس میں دارالصناعہ قائم کیا گیا، جہاں جہاز تیار ہونے اور آلاتِ حرب

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲۔

بننے لگے۔ قرطاجنہ کے زوال کے بعد افریقہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی اب حسان کا دورِ ولایت ختم ہوگیا وہ دمشق چلا گیا۔ فاتح یورپ موسیٰ بن نصیر لخمی والیِ افریقہ مقرر ہوا۔ موسیٰ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی کارخانہ جہاز سازی کی طرف زیادہ توجہ کی ۸۴ھ میں کثیر التعداد جنگی جہاز تیار ہوگئے توموسیٰ نے ۸۵ھ میں ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا جو ساحلی شہر کو تاراج کرکے واپس آگیا۔ چند ماہ بعد ۸۶ھ میں عیاش بن اخیل نے صقلیہ پر حملہ کیا سرقوسہ پر معرکہ آرائی ہوئی بعد کامیابی مال غنیمت لے کر ابن اخیل واپس چلا آیا۔ موسیٰ معزول کیے گئے یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی والی مقرر ہوا اس نے ۱۰۲ھ میں محمد بن اوس انصاری کی قیادت میں جنگی بیڑا روانہ کیا۔ اہلِ صقلیہ سے معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ یہاں والی قتل کردیا گیا اس لیے محمد بن اوس واپس آگیا اور زمامِ حکومت کو سنبھالا۔ کچھ عرصہ میں بشیر بن صفوان کلبی والی ہوکر آیا اس نے ۱۰۳ھ میں صقلیہ کی مہم خود ہاتھ میں لی ۱۰۹ھ میں بذات خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت لے کر قیروان واپس آگیا[1] غرضکہ جو والی افریقہ کا مقرر ہوتا تھا اس کی طرف سے حملہ ہوتا۔ آخر ش ہشام بن عبدالملک کا زمانہ آیا، اس نے بحر روم کی طرف توجہ کی اور یہاں کے جزائر پر حملہ آوری کے لیے ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا وہ افریقہ آیا اور ۱۱۴ھ میں صقلیہ روانہ ہوا مگر ساحلی مقامات کو تاراج کر کے لوٹ آیا۔ ۱۱۵ھ میں بکر بن سوید بیڑہ

---

[1] البیان المغرب اردو۔ ص ۵۶۔

Marfat.com

لے کر صقلیہ گیا اور ناکام واپس لوٹا۔ ۱۱۶ھ میں عبیدہ بن عبد الرحمٰن کے بجائے عبید اللہ بن الحجاب عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا، اس نے دار الصناعۂ ٹیونس پر توجہ کی۔ کثیر التعداد جنگی جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے اسی سنہ میں صقلیہ روانہ کیا۔ یہ لشکر راہ میں تھا کہ رومی بیڑے سے مقابلہ پڑ گیا۔ رومیوں کو منہ کی کھانی پڑی[1]۔ عبید اللہ نے مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ جو عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا تھا اس کی سرکردگی میں لشکرِ جرار صقلیہ روانہ کیا۔ حبیب کا لڑکا عبد الرحمٰن بحری فوج کے ساتھ ۱۲۲ھ میں صقلیہ کے دار الحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوا اور اس کو فتح کر لیا۔ اہل صقلیہ نے صلح کر لی اور جزیہ دینے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حبیب نے آگے بڑھنا چاہا مگر افریقہ میں بغاوت رونما ہوئی تو ابن الحجاب نے حبیب کو بلا لیا پھر بھی بغاوت فرو نہ ہوئی تو ۱۲۴ھ میں حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقہ پر مامور ہوا۔ ادھر اموی حکمرانی آخری دور سے گذر رہی تھی، ابو مسلم خراسانی نے بنی عباس کی حکومت کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں فاتحِ سرقوسہ عبد الرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقہ پر چڑھائی کر دی اور ابن صفوان کو معزول کر کے خود مختار حکمران بن گیا۔ سفّاح نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اُس نے بھی اطاعت قبول کر لی اور سفاح کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی تمام افریقہ پر غلبہ حاصل کر کے توجہ صقلیہ کی طرف منعطف کی، جزیہ ایک عرصہ سے وصول نہیں ہوا تھا اس لیے اُس نے حملہ کر دیا اور مالِ

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۷

Marfat.com

غنیمت وافر لے کر واپس آیا اور ادائے جزیہ کے لیے نیا معاہدہ کرایا۔ پھر ۱۳۵ھ میں عبدالرحمٰن نے سروانبہ پر حملہ کیا اور جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت ہوگئی۔[1]

منصور عباسی سفاح کے بعد سریر آرائے خلافت ہوا۔ اس نے عبدالرحمٰن کو بدستور ولایتِ افریقہ پر قائم رکھا۔ مگر کچھ شکر رنجی ہوگئی، عبدالرحمٰن نے خودمختاری کا اعلان کردیا۔ ۱۴۰ھ تک اس کے خاندان میں حکمرانی رہی۔ ۱۴۳ھ میں محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا، اس نے افریقہ کی ولایت اپنے قبضہ میں کی مگر ۱۴۶ھ میں دمشق واپس ہونا پڑا۔ عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے ولایت اپنے ہاتھ میں لی اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ میں اغلب التیمی ولایت افریقہ پر منجانب خلیفہ والی مقرر ہوا، مگر بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں کام آیا۔ اغلب کے خاندان نے یہیں اقامت اختیار کی، شاہ دمشق اموی کی طرف سے آلِ مہلب کو یہاں کی حکومت سپرد ہوئی، ۱۵۱ھ سے ۱۸۳ھ تک اس خاندان سے سات وُلاۃ مقرر ہوئے آخر والی محمد بن مقاتل العکی تھا، اس کے ایک باغی سردار تمام بن تمیم التیمی نے قیروان پر قبضہ کرلیا، ابن مقاتل نے اس کی امارت قبول کرلی نتیجہ یہ ہوا کہ پورے افریقہ میں ابتری پھیل گئی، اس زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم جزاب کا حاکم تھا وہ فوج لے کر قیروان پر حملہ آور ہوا اور قبضہ کرلیا اور پھر پورے صوبہ کو زیرِ نگین کیا اور محمد بن مقاتل کو زمامِ حکومت سپرد کی، اس کی فرمانائی

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۹۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۴۰

اور فرزانگی سے تمام افریقہ میں امن و امان قائم ہو گیا، مگر کچھ عرصہ بعد ولایت ابن مقاتل سے سنبھل نہ سکی تو بارگاہِ خلافت نے اس کو طلب کر لیا۔ اس وقت سریر آرائے خلافت خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن اغلب کے حسنِ خدمات کے صلہ میں افریقہ کی زمام حکومت اس کو عطا کی۔ ابراہیم نے ملکی نظم و نسق سنبھالا اور کچھ عرصہ میں افریقہ کے کل اسلامی علاقہ کی حالت بہترین ہو گئی اور اس نے سالانہ چالیس ہزار دینار خلیفہ کی خدمت میں بھیجنے شروع کر دیے۔ ابراہیم کی دانائی اور خوش تدبیری نے مستقل اور خود مختار حکمراں کی صورت اختیار کی۔ ۱۹۶ھ میں اس نے وفات پائی اور اس کا جانشین ابو العباس عبداللہ بن ابراہیم ہوا۔ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدماتِ جلیلہ کے صلہ میں افریقہ کی حکمرانی اس کے خاندان میں موروثی قرار دیدی۔ عبداللہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر حکومت کے نظم و نسق میں لگ گیا۔ اہلِ صقلیہ نے دس برس کے لیے صلح کا معاہدہ اس سے کیا مگر ابو العباس کی زندگی نے وفا نہ کی ۲۰۱ھ میں راہیِ ملک بقا ہو گیا، اس کے بعد اس کا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریر آرائے حکومت افریقہ ہوا۔ یہ نہایت بیدار مغز فرمانروا تھا، اس نے تمام اندرونی بغاوتوں کا استیصال کر کے بحری طاقت بڑھانے کی طرف توجہ کی، کچھ عرصہ میں عظیم الشان بیڑہ تیار ہو گیا۔ صقلیہ کے عیسائیوں نے معاہدہ شکنی پر کمر باندھی اور ۲۱۲ھ میں میکائیل دوم شہنشاہِ قسطنطینیہ نے ان کی معاونت کے لیے ایک شریر النفس بطریق کو گورنر بنا کر صقلیہ بھیجا۔ اُس نے آتے ہی جنگی بیڑہ مرتب کیا اور صقلیہ کے ایک تجربہ کار

فیمی نامی کی سرکردگی میں افریقیہ کے ساحلی مقامات کو غارت کرنے کے لیے بھیجا اس نے ایک مدت تک ڈاکہ زنی اختیار کی اور اسلامی جہازوں پر بھی چھاپے مارنے لگا۔ مسافروں کو قتل کر دیتا یا ان کو صقلیہ لے جا کر فروخت کر دیتا۔ اس زمانہ میں یزید بن محمد الجحی جو افریقیہ کے جید عالم اور محدث تھے ۲۱۲ھ میں افریقیہ سے شہر مصیصہ کی طرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے اور ان جہازوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسافر فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان میں یزید بن محمد بھی تھے۔ ان کا خونِ ناحق رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ امیر البحر فیمی جو سواحل پر تاخت تاراج کر رہا تھا وہ ایک نوجوان نن کو اُڑا لایا تھا، میکائل نے حکم دیدیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے فیمی کو خبر لگی وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اس پر متصرف ہو گیا اور شاہ صقلیہ لقب اختیار کیا میکائل کے اشارہ سے گورنر بلاط نامی نے عظیم الشان لشکر کے ساتھ فیمی پر حملہ کر دیا، دوسری طرف سے اس کے چچازاد بھائی نے جو بلرم کا گورنر تھا، آگھیرا۔ سرقوسہ پر خونریز جنگ ہوئی فیمی شکست کھا گیا اور راہِ فرار اختیار کی اور افریقیہ چلا آیا اور قیروان پہنچ کر زیادۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پچھلی پیشقدمی کی معافی چاہی اور پھر صقلیہ کے تمام حالات گوش گزار کیے اور اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی زیادۃ اللہ نے فرمایا اکابر و اعیان سلطنت کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا۔ چنانچہ اُس نے اپنے اربابِ حل و عقد سے گفتگو کی۔ اور خود اس کے سامنے اہل صقلیہ کی خودسری کے واقعات تھے اور معاہدہ کے خلاف عمل تھا آخرش یہ طے ہوا

Marfat.com

کہ قاضی القضاۃ اسد بن فرات کی جو رائے ہو وہ فائق ہے۔ ایک گروہِ فقہاء معاہدہ کا موید تھا اسد بن فرات کی دلیل یہ تھی کہ میعاد ختم ہو گئی ہے اور اہلِ صقلیہ نے تمام شرائطِ صلح کو نظر انداز کیا لہٰذا ان پر حملہ کرنا چاہیے۔ قیروان کے اعیان و امرا اور اکثر فقہا نے قاضی اسد کی تائید کی۔ اس کے بعد سے زیادۃ اللہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی، اور فنیمی کو کہلا بھیجا کہ سوسہ میں اسلامی بیڑے کا انتظار کرے۔ صقلیہ سے جو سفیر آئے تھے ان کو جواب صاف دے دیا گیا جب بحری لشکر کا انتظام ہو چکا اور مجاہدین سرفروشی کے لیے جوق جوق فوج میں شریک ہونے لگے تو سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا، زیادۃ اللہ کی نظرِ انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبداللہ اسد بن فرات بن سنان پڑی عمائدین سلطنت نے بھی زیادۃ اللہ کی رائے کی تائید کی۔ جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت (امیر البحر) کی خبر لگی تو انھوں نے یہ عہدہ ناپسند کیا اور منصب قضا کو چھوڑنا نہیں چاہا اور زیادۃ اللہ سے مل کر فرمایا کہ دینی منصب سے مجھ کو جدا کر کے فوج کی قیادت دی جاتی ہے۔ اس پر زیادۃ اللہ نے کہا، "قاضی صاحب آپ کو قاضی کے عہدہ پر قائم و برقرار رکھ کر لشکر کی امارت سپرد کرتا ہوں جو قضاء سے زیادہ اونچا ہے۔ آئندہ سے آپ قاضی امیر کے نام سے مخاطب کیے جائینگے۔ اس کے بعد زیادۃ اللہ نے عہدہ امارتِ فوج و منصب قضاء کی سند لکھ کر قاضی اسد کو حوالہ کی۔ قاضی صاحب سند لے کر مکان واپس آئے اور صقلیہ کی روانگی کا انتظام کرنے لگے۔ علمائے قیروان بھی قاضی صاحب کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کے لیے

Marfat.com

فوج میں شریک ہوگئے۔

زیادۃ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اعلان کرادیا گیا کہ تمام ارکانِ سلطنت اور عمائدِ شہر اور اربابِ علم وفضل بلکہ قیروان کا ہر شخص امیر فوج قاضی اسد کی مشایعت کے لیے لشکرِ اسلامی کے ہمراہ سوسہ تک پہنچے غرضکہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے ساز وسامان سے قیروان سے سوسہ روانہ ہوا، اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ تھی، اہلِ قیروان بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ اس موقعہ پر کررہے تھے۔ غرضکہ یہ لشکری جلوس سوسہ پہنچا، جہاز تیار تھے۔ مجاہدین اس میں سوار ہوئے اور پھریرے کھول دیے گئے۔ دس ہزار سرکف جانباز مجاہدین عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلواروں کو جوشِ شجاعت میں بار بار جنبش دیتے تھے

قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ

قاضی صاحب نے عرشۂ جہاز پر رونق افروز ہوکر الوداعی تقریر کی جو ایسی پُراثر تھی کہ ہر شخص آب دیدہ ہوگیا اور فتح صقلیہ کی دعائیں مانگنے لگا، اس عالم میں جہازوں نے لنگر اُٹھا دیے، زیادۃ اللہ اس کامرانی پر مسرور تھا یہ بیڑہ سو جنگی جہازوں کا تھا اس میں سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی اس بیڑے کے پیچھے فیمی اپنے جہاز لیے ہوئے صقلیہ روانہ ہوا۔[۱]

چنانچہ یہ بیڑا تین دن سفر طے کرنے کے بعد یوم سہ شنبہ ۱۸۔ ربیع الاول

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶-۲۳۷ (خلاصہ)

۲۱۲ھ کو صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں لنگر انداز ہو گیا۔ لشکرِ اسلام جہازوں سے اترا اور بغیر کسی سعی کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قاضی اسد نے مازر میں اپنی مورچہ بندی کی تین یوم رومیوں کی فوج کا انتظار مجاہدین جوش و خروش سے کرتے رہے۔ آخر ش قاضی اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا، اور ابو ذر کنانی کو مازر کا حاکم مقرر کیا۔ یہ پہلی اسلامی حکومتِ صقلیہ کی داغ بیل تھی۔ اسلامی لشکر کو لے کر قاضی اسد مقام مرج پہنچے یہاں پہلے سے رومی فوج مقابلہ کے لیے تیار تھی۔ مجاہدین کرام نے بھی وہیں خیمے نصب کرا دیے بلاطہ گورنر صقلیہ نے قاضی اسد کے حملہ کے حالات سے حکومت بیزنطینی کو مطلع کیا۔ شاہنشاہ مائیکل نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی اور ایک رومی بیڑہ قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا۔ اور حکومت وینس سے بھی امداد چاہی اس نے بھی جہاز معہ لشکر کے بھیج دیے چنانچہ یہ مشترک بیڑہ ۲۱۳ھ میں صقلیہ پہنچا غرضکہ تین طاقتیں اسلامی لشکر سے مقابلہ کے لیے مرج پر آ جمع ہوئیں۔ ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار زیر کمان بلاطہ تھی قاضی اسد کے پاس صرف دس ہزار نفوس تھے البتہ کچھ فوج فیمی کی اسلامی لشکر کے ہمرکاب تھی۔ مگر قاضی اسد نے اس سے کہہ دیا کہ ہمیں تمہاری معاونت کی ضرورت نہیں، تم ہم سے جدا رہ سکتے ہو۔

میدانِ جنگ

قاضی اسد رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی لشکر کا جائزہ لے کر صف بندی کی۔

ایک جماعت علماء کی ساتھ تھی وہ بھی سپاہیوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوئے تھے، قاضی اسد نے لوائے جنگ خود اپنے دستِ مبارک میں لیا اور آگے بڑھے اور مجاہدانہ جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے سورۂ یٰسین کی تلاوت فرمائی پھر سپاہیوں کو مخاطب کیا اور ایسی پُرزور تقریر کی کہ ہر مجاہد سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا۔ اور خود اسد رجز خوانی کرتے ہوئے رومی فوج پر تیغ بکف ٹوٹ پڑے۔ پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیے۔ فوج قاضی اسد پر زیادہ متوجہ تھی۔ مگر اس مجاہدِ اعظم اور آیات اللہ کے مقابلہ سے عاجز تھی۔ مجاہدین نے اپنے امیر اور امام کا یہ رنگ شجاعت اور بہادری کا دیکھا اُنہوں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے اور دادِ شجاعت دی آخر بزدل نصرانیوں کے پائے ثبات میں لغزش آئی اور ڈیڑھ لاکھ فوج دس ہزار کے مقابلہ پر درہم برہم ہونے لگی اور فوجیوں نے راہِ فرار اختیار کی، ہزارہا رومی قتل ہوئے، مالِ غنیمت بہت سا قاضی اسد کے ہاتھ آیا۔ اس پہلی معرکہ آرائی کی اطلاع زیادۃ اللہ کو روانہ کی گئی اس نے قاضی اسد کی کارگزاری کا مژدہ خلیفہ مامون الرشید کو بھیجا۔ اس جنگ میں بلوطہ گورنر صقلیہ نے شکست کھائی اور سرزمین صقلیہ چھوڑ کر قلوریہ جا کر پناہ گزین ہو گیا، سرقوسہ کی زمامِ حکمرانی یہاں کے پیشوا بطارقہ کے ہاتھ میں آگئی اور اہلِ صقلیہ بے یار و مددگار رہ گئے۔ قاضی اسد مرج کا انتظام کر کے لیکہ فیمی پہنچے مگر کوئی جماعت مقابلہ کے لیے نہیں نکلی تو آگے بڑھتے ہوئے کنیسہ مسلقین میں آکر لشکرِ اسلامیہ خیمہ زن ہوا۔ قاضی اسد کے فاتحانہ اقدام کا قرب و جوار پر بڑا اثر پڑا۔ قلعہ کراث کے لوگ اپنے بطارقہ کو لے کر

قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان طلب کی اور برضا و رغبت جزیہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ قاضی صاحب نے ان کو مطمئن کر دیا جس کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔

فیمی نے قاضی اسد کی کامرانی دیکھی تو خفیہ طور سے اہلِ صقلیہ کو ورغلایا قلعہ کراث کے لوگ بھی اس کے دامِ تزویر میں آگئے قلعہ کو مستحکم کیا۔ اور قرب و جوار کے گرجوں کا زر و جواہر سمیٹ کر اس قلعہ میں جمع کر کے قلعہ بندی کر لی۔

قاضی اسد اہلِ جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریوں سے باخبر تھے فیمی کو نظر انداز کر کے فوج کو اطراف و جوانب میں پھیلا دیا اور سرقوسہ کو گھیر لیا اہل جزیرہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ شہر پناہ کے نیچے لشکر نے پڑاؤ کیا۔ سرقوسہ کے تین طرف سمندر تھا ایک طرف خشکی، اسد نے جہاز متعین کر دیے لتنے میں افریقیہ سے اسلامی فوج آگئی، ادھر بلرم سے رومی لشکر آگیا جس نے اسد کی فوج کو گھیر لیا۔ اسد نے اپنے اردگرد خندق کھدوا دی اور رومیوں کے حملہ کو ناکام بنا دیا۔ محاصرہ کی سختی سے آب و دانہ محصورین کا بند ہو گیا۔ تو گھبرا کر طالبِ امان ہوئے۔ مگر قاضی صاحب کو ان کی پہلی غداری کا تجربہ ہو چکا تھا آخرش زیادہ عرصہ گذرنے سے دونوں طرف مصیبت کا سامنا تھا محصورین فاقہ مرنے لگے۔ ادھر اسلامی لشکر کو بھی رومی لشکر کی وجہ سے رسد پہنچنے میں دقت ہونے لگی کچھ لوگ اس قدر گھبرا گئے کہ افریقہ جانا چاہتے تھے۔ ابن قادم اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ قاضی صاحب نے ہمتِ مردانہ سے کام لیا۔ ابن قادم جو بہت بڑھ گیا تھا اس کے دُرّے لگوا دیے۔ اس طرح تمام فوج پر

Marfat.com

قاضی کی ہیبت چھا گئی۔ مگر معمولی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، اس میں امیر لشکر بھی زخمی ہو گئے تھے۔ چنانچہ زخم آگے چل کر مرض الموت میں تبدیل ہو گئے ربیع الآخر ۲۱۳ھ میں فاتح صقلیہ واصل بحق ہو گیا اور اسی سرزمین میں سپرد خاک ہوا۔ جس پر ایک مسجد تعمیر کر دی گئی۔ قاضی اسد افریقیہ میں ہر دلعزیز تھے، گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی خود زیادۃ اللہ کو صدمہ بجد ہوا اور قیروان میں بھی ان کے نام کی مسجد تعمیر کی گئی۔ جو آج تک موجود ہے۔

قاضی اسد کے انتقال کے بعد لشکریوں نے امیر محمد بن الجواری کو جو اسلامی لشکر کا امیر تھا، اپنا امیر منتخب کر لیا جس نے حکومت مفتوحہ علاقہ کی اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی۔

محمد بن ابی الجواری

قاضی اسد کے بعد امیر منتخب ہوا۔ اس نے بھی سرقوسہ کا محاصرہ قائم رکھا، مگر بیزنطینی امداد یکایک آجانے سے ہمت ہار گیا۔ ادھر اسلامی لشکر میں وبا پھیل گئی تھی، آخر ش سرقوسہ کا محاصرہ اٹھا لیا گیا، اور جہازوں پر بیٹھ کر مع بقیہ لشکر کے افریقہ روانہ ہوا مگر بیزنطینی جہاز یکایک نمودار ہو گئے اور انہوں نے راستہ روک لیا۔ مسلمانوں میں ایک دم شجاعت عود کر آئی اور وہ ساحل کی طرف لوٹے اور جہازوں سے اتر کر اپنے تمام جہاز جلا دیے اور دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ کا اثر رومیوں پر زبردست پڑا۔ مجاہدین نے جوش و خروش سے شہر میناو پر حملہ کر دیا تین دن بعد قلعہ پر قبضہ

Marfat.com

کرلیا۔ پھر جرجنت فتح کرلیا ان دونوں کو مسلمانوں سے آباد کیا۔ اب تین شہر صقلیہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ اس کے بعد قصریانہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس زمانہ میں فیمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ قسطنطینیہ سے میکائل ثانی نے بطریق تھیوڈوٹس کی سرکردگی میں ایک فوج قصریانہ بھیجی۔ مجاہدوں نے اس کو شکست دے دی بقیہ لشکر قصریانہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ مجاہدین نے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں پختہ مکان بنائے اور ارد گرد کے علاقہ پر فوج کے دستے بھیج دیے۔ اس دوران میں ۲۱۴ھ کو ابن الجوزی نے وفات پائی ان کا جانشین مجاہدین کا ایک رکن زہیر بن غوث منتخب کیا گیا۔ یہ آزمودہ افسر تھا وہ عنانِ امارت سنبھال کر قصریانہ کی فتح کی تدبیر میں لگ گیا۔ مگر رومیوں نے پوری طاقت سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخرش قصریانہ سے ہٹ کر میناؤ پہنچے رومی یہاں بھی پہنچ گئے رسد کا سلسلہ بند ہو گیا مگر مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور خدا سے لو لگائے بیٹھے رہے۔ یکایک اندلس سے ۲۱۴ھ میں اسلامی بیڑہ بحر روم کا چکر لگاتا ہوا صقلیہ کے ساحل پر ٹھہرا ابن عذاری کہتا ہے کہ ۳۰۰ جہاز تھے اور یہ بیڑا عبدالرحمٰن ثانی اموی کا تھا۔

امیر زیادۃ اللہ اندرونی بغاوتوں میں ایسا الجھا تھا کہ وہ مجاہدین صقلیہ کو اس زمانہ میں کوئی مدد نہ دے سکا۔ جب افریقہ کے علاقہ میں امن و امان قائم کر چکا تو اس نے ایک کمک سلیمان بن طرطوسی کی سرکردگی میں صقلیہ بھیجی یہ تین سو جہاز تھے جس میں بیس ہزار سپاہی تھے۔ یہ بیڑا صقلیہ پہنچا، اندلس کا

Marfat.com

بیڑہ موجود تھا۔ سپہ سالار اندلس نے اس بیڑے کی فوج کی کمان ہاتھ میں لی اور مینائو کے مجاہدین کی معاونت کے لیے روانہ ہوگئے۔ رومیوں نے مقابلہ کیا مگران کو سخت شکست ہوئی رومی بہت کام آئے۔ اس کے بعد بلرم پر حملہ کردیا، یہ صقلیہ کا مشرقی دارالحکومت تھا۔ گورنر بلرم نے مقابلہ کیا مگر اس کو محصور ہونا پڑا۔ فرغوش سپہ سالار اندلس نے ایسا گھیرا کہ رسد اہل قلعہ کی بند ہوگئی، صدہا آدمی یومیہ بھوک مرنے لگے مجبور ہو کر گورنر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور فرغوش سے آکر ملا اور امان کا طالب ہوا۔ فرغوش نے اس کو امان دی اور شہر پر قبضہ کرلیا، آبادی کا بڑا حصہ بھوکوں مرچکا تھا، ستر ہزار میں سے صرف تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔ گورنر بلرم قسطنطنیہ چلتا بنا۔ مسلمانوں نے بلرم پر قبضہ کرکے پہلے شہر کا انتظام کیا، کاروبار تجارت نئے سرے سے شروع ہوا۔ غرضکہ مسلمانوں کی روزافزوں ترقی ہونے لگی۔ اندلسی اور افریقی مجاہدین میں مسلمان گورنر کے انتخاب میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ اس اثنار میں زیادۃ اللہ نے شاہی خاندان کے ایک رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لیے نائب السلطان مقرر کیا جس نے صقلیہ جاکر زمام ولایت اپنے ہاتھ میں لے لی[1] جس سے اندلسی اور افریقی مجاہدین کی باہمی بدمزگی رفع ہوگئی

محمد بن عبداللہ بن الاغلب

محمد بن عبداللہ ابراہیم بانی دولت اغلبیہ کا پوتا تھا اور زیادۃ اللہ کا

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹۔

Marfat.com

بھتیجا تھا، اس نے صحیح معنی میں حکمرانی کرنا شروع کی۔ اسلامی حکومت کا نظم و نسق جاری کیا، سول اور فوجی نظام کے دو صیغے قائم کیے سول کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، فوج کا ایک امیر مقرر کیا جس کو اپنے تحت میں رکھا۔ بلرم کو پایۂ تخت قرار دیا، مضافات کو قائدین فوج کو عطا کیا جو زمیندار اس علاقہ کے بن گئے اس کے علاوہ اس پہلے والی نے تمدنی ترقی کی طرف توجہ کی، رومی معاشرت بے ڈھنگی تھی، ان کے اخلاق خراب تھے۔ عیسویت نے اپنے طریقۂ عمل سے بت پرستی کو مات کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی سادہ زندگی اور ان کی عبادت گذاری و پاکبازی کا اہلِ بلرم پر بڑا اثر پڑا اور وہ بھی مسلمانوں کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ والی کو تعلیم سے دلچسپی تھی اس کے سوا جو علماء قاضی اسد کے ساتھ آئے تھے اُن کی خبر گیری کرنے لگا۔ جب حکومت کا معقول انتظام کر چکا تو سنہ ۲۱۹ھ میں لشکر تیار کر کے قصریانہ روانہ کیا، مگر رومی مقابلہ کر کے قلعہ بند ہو گئے فوج بلرم لوٹ آئی اور دوسرے سال عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا۔ کمان خود والی محمد بن عبداللہ نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اہلِ قصریانہ نے زبردست مقابلہ کیا اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ والی مالِ غنیمت لے کر بلرم لوٹ آیا اور اس نے فوجی دستہ قصریانہ کے اردگرد علاقوں پر روانہ کیے جنہوں نے جزیہ پر فیصلہ کیا اور باشندوں کو امان دی۔ محمد بن عبداللہ اغلبی نے سنہ ۲۲۰ھ میں شہر طبر پر حملہ کے لیے محمد بن سالم کو بھیجا، اس نے بلرم سے لے کر طبر (صقلیہ کے مشرقی ساحل پر تھا) تک کے زرخیز علاقہ کی تاخت کی اور کامیابی حاصل کر کے مالِ غنیمت کا وافر

Marfat.com

حصہ لشکر میں جمع کر لیا ایک جماعت محمد بن سالم سے بگڑ گئی اور اس کو قتل کر دیا، زیادۃ اللہ کو خبر ہوئی اس نے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔ اس کے بلرم آتے ہی والی نے نواحِ سرقوسہ کی مہم سپرد کر دی اس نے تمام علاقہ کو تاراج کر ڈالا اور کثیر مال غنیمت لے کر بلرم لوٹا، کچھ عرصہ بعد خود والی لشکر کو لے کر گیا اور کامیابی تو ہوئی نہیں پر رومیوں کا مال غنیمت بہت ہاتھ لگا۔ جن لوگوں نے سپہ سالار کو قتل کیا تھا وہ والی سے بھی بگڑ گئے تھے، زیادۃ اللہ نے محمد کو معزول کر کے اس کے بڑے بھائی ابوالاغلب جو تجربہ کار شہزادہ تھا اس کو بلرم کے انتظامِ حکومت کے لیے بھیج دیا۔[1]

ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ

رمضان ۲۲۰ھ کو افریقیہ سے ابوالاغلب روانہ ہوا اور صقلیہ پہنچا زمامِ حکومت ہاتھ میں لی۔ یہ نہایت ہوشمند تھا۔ اس کو خود مختار بنا کر زیادۃ اللہ نے یہاں بھیجا تھا۔ راستہ میں رومی قزاقوں نے اس کو پریشان کیا تھا، اس نے پہلے ان کی بحری طاقت کو ختم کرنا چاہا چنانچہ اُس نے عظیم الشان بیڑہ تیار کیا اور ڈاکوؤں کے بیڑے کو جا لیا اور ایسی آتشباری کی کہ رومی بیڑہ تابِ مقاومت نہ لا سکا اور ڈاکو مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اسلامی بیڑا مظفر و فتحیاب بلرم لوٹا، ابوالاغلب نے اسیر قزاقوں کو قتل کرا دیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۶۔ ص ۲۳۹۔

Marfat.com

افریقہ اور صقلیہ کے درمیان میں جو جزائر تھے ابو الاغلب نے ان کی تسخیر کی طرف توجہ کی اور خود جنگی بیڑا لیجا کر قرب و جوار صقلیہ کے جزائر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی کوہ آتش فشاں اٹنا کے نواح میں ایک فوج بھیجی جس نے متعدد قلعے فتح کیے اور علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا اور ایک لشکر قسطلیانیہ زیر سرکردگی عبدالسلام بن عبدالوہاب روانہ کیا جہاں ان کو کامیابی ہوئی، رومی بہت سے کام آئے۔ مگر دھوکے سے یہ امیر لشکر گرفتار ہو گئے تھے۔ فدیہ دے کر رہا ہوئے۔

۲۲۲ھ میں اسلامی لشکر بلرم سے قصریانہ گیا۔ رومیوں سے مقابلہ ہوا، مگر رومی قلعہ بند ہو گئے۔ رات میں ربض شہر پر مسلمان قابض ہو گئے۔ رومی فوج شہر میں محصور تھی۔ آخر شن اہل شہر نے امان طلب کی۔ امیر لشکر نے امان دی اور معاوضہ لے کر اسلامی لشکر بلرم چلا آیا۔ مہم قصریانہ کے بعد ساحلی شہر جفلوذی پر مسلمانوں نے حملہ بول دیا مگر کشت و خون سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسی زمانہ میں ۱۴۔ رجب ۲۲۳ھ کو افریقہ اور صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ قیروان میں فوت ہو گیا اور اس کا جانشین ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب ہوا۔ جو کچھ عرصہ افریقہ کے انتظام میں لگا رہا۔ پھر اس نے صقلیہ کی طرف توجہ کی اور ایک کمک صقلیہ روانہ کی۔

ابو الاغلب نے جنوبی اٹلی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے تعلقات قائم کرنا چاہے نیپلس نے صلح کر لی اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پا گیا۔ جس کے بعد ہی مسلمانوں نے اٹلی کے

Marfat.com

مشرقی ساحل کے مشہور شہر برینڈزی پر بحری حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور پھر بندرگاہ باری پر متصرف ہو گئے۔ اب مسلمان اٹلی کے علاقہ میں فاتحانہ داخل ہو گئے اور اٹلی کی ریاستوں پر اسلامی طاقت کا سکہ جم گیا۔ ابوالاغلب کے عہد میں جزیرہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہو گئے۔[1]

ابوعقال اغلب ۲۳۔ ربیع الآخر ۲۲۶ھ کو فوت ہو گیا تو ابوالاغلب کا چچازاد بھائی ابوالعباس محمد بن اغلب جانشین ہوا۔ زمام حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی میں مسینا فتح کرنے کے لیے بھیجا جس نے مقابلہ کی فوج کو قلعہ بندی پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی محاصرہ کر بیٹھے۔ کبھی کبھی ہر دو میں جنگی مقابلہ ہو جایا کرتا۔ فضل نے آخرش مسینا کو فتح کر لیا۔ اب صقلیہ میں دو حکومتیں بن گئیں۔ مسینا کا والی فضل بنا دیا گیا۔ ابوالاغلب اور فضل نے جو قلعے فتح کرنے ضروری تھے وہ تسخیر کر لیے۔ غرضکہ فتح مسینا کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم آسان ہو گئی۔ غرضکہ فضل نے مسینا کے نظم و نسق کے بعد اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ کی ۲۳۰ھ میں ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا اور طارنت پر حملہ آور ہو کر اس کو فتح کر لیا، اور اسلامی آبادی قائم کر دی گئی۔[1]

اٹلی میں خلفون اور مفرج کی سرگرمیاں

ایک جنگجو بہادر خلفون بربری جو قبیلہ ربیعہ کے موالی میں سے تھا ملک گیری

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷۔ ص ۴۔ تاریخ عرب موسیو سیدیو اردو۔ ص ۲۴۴۔

Marfat.com

کے خیال سے افریقیہ سے ایک جماعت کو لے کر نکلا اور شہر باری پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی مفرج بن سالم اپنے ساتھیوں کو لیکر اٹلی پہنچا اور چوبیس قلعے فتح کر لیے۔ ہر دو جماعتیں مل گئیں اور مفرج سردار مان لیا گیا، جس نے باری کو صدر مقام بنا کر ایک مختصر سی اسلامی اسٹیٹ قائم کر لی اور والیِ مصر کے ذریعہ بارگاہِ خلافت سے سندِ حکومت حاصل کر لی اور سب سے پہلے اٹلی میں جامع مسجد اسی نے تعمیر کرائی۔

اٹلی کی اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا، اٹلی کے شہروں قصبوں پر تاختیں شروع کر دیں، ان کی فاتحانہ سرگرمی نے صقلیہ اور افریقیہ کے لوگوں کو معاونت پر آمادہ کر دیا۔ اسلامی بیڑا مدد دیتا رہا۔ غیطہ، ملفی بھی اس حکومت کے قبضہ میں آ گئے۔ اور دریائے جارلیون پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک میں داخل ہونا چاہا لیکن اہلِ اٹلی کی طرف سے سخت مزاحمت ہوئی۔ پوپ کے حکم سے شہر استیہ کے حصار زیادہ اونچے کر دیے گئے مگر مجاہدین اسلام شہر رومہ پر حملہ آور ہوئے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے مشہور گرجوں کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور بھی شہر برباد کر دیے گئے۔ فاتحِ اٹلی فضل بن جعفر نے ۲۳۲ھ میں مسینا کے مضافات میں پیشقدمی کی لنتینی شہر پر حملہ کیا، یہ سرقوسہ سے پچیس میل تھا۔ بالآخر فضل نے بزورِ شمشیر لنتینی کو فتح کر لیا۔ بلرم سے ایک اسلامی لشکر رغوس (سمندر سے سات میل) پہنچا ۲۳۴ھ میں اس کا محاصرہ کیا، اہل رغوس تاب مقاومت نہ لا سکے

اور شہر کو خود تباہ کر دیا۔ اور خالی کر گئے۔ غرضکہ ۲۳۴ھ تک صقلیہ کے مرکزی شہر مسلمانوں کے اقتدار میں آ گئے جس سے ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اب اسلام کے زیر نگین تھا۔

گورنر صقلیہ جو بیزنطینی حکومت کی طرف سے تھا اس نے سرقوسہ سے قصریانہ دار الحکومت منتقل کر دیا۔ جس سے بلرم اور قصریانہ قریب قریب ہو گئے۔ ابو الاغلب نے ۲۳۵ھ میں قصریانہ کو لینا چاہا مگر ناکام لوٹا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد ۲۔ رجب کو مجاہد اعظم ابو الاغلب ابراہیم عبد اللہ نے وفات پائی۔ سولہ سال حکمرانی کی۔ اس کا عہد بہترین تھا کیونکہ اقتصادی حیثیت سے نمایاں ترقیاں ہوئیں۔ اس نے خود مختارانہ حکمرانی کی اس کے عہد کی خصوصیت اسلامی علوم کی ترقی تھی۔ قاضی اسد کے عہد سے یہاں علمی مشاغل شروع ہو گئے تھے۔ مسجدیں دینی علوم کی درسگاہیں تھیں

عباس بن فضل

ابو الاغلب کی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے امیر لشکر عباس بن فضل کو اپنا والی منتخب کر لیا اور ابو العباس اغلبی سے سندِ ولایت کی خواہش کی۔ ادھر عباس نے زمامِ حکومت سنبھالی ۲۳۷ھ میں ابو العباس نے سند ولایت لکھ کر بھیج دی۔ اس فرمان کے بعد عباس نے فوج کی تنظیم کی طرف توجہ مبذول کی، بری و بحری حصوں میں تقسیم کیا۔ بری فوج اپنے چچا رباح بن یعقوب کی سپہ سالاری میں دی اور بحری فوج کا افسر اعلیٰ

Marfat.com

اپنے بھائی علی بن فضل کو مقرر کیا۔ جنہوں نے رومی علاقہ کو اپنے حملوں سے پامال کر دیا۔ قلعہ ابی ثور قبضہ میں آگیا۔ والیِ افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے ۱۰ محرم ۲۴۲ھ کو وفات پائی اور ابو ابراہیم احمد بن محمد والی مقرر ہوا جس نے عباس کو ولایتِ صقلیہ پر برقرار رکھا۔ عباس نے بقیہ حصہ صقلیہ پر متواتر حملے کیے۔ آخر ش ۲۴۴ھ میں قصریانہ کو اپنے حسن تدبیر سے فتح کر لیا۔ امرائے بزنطینی اس معرکہ میں کام آئے، مسلمانوں کو بڑی دولت ہاتھ لگی۔ فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہاں جامع مسجد تعمیر کرائی[1]۔ عیسائی مورخ کہتے ہیں گرجے کو مسجد بنایا مگر ان کی یہ روایت کذب پر مبنی ہے یہاں جس قدر مالِ غنیمت ملا پانچواں حصہ حکومتِ اغلبیہ کے نذر کیا اور تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے حضور میں بغداد ارسال کیے گئے۔ تحائف میں نوجوان شاہزادیاں بھی تھیں۔

قسطنطنیہ سے بحری بیڑہ انتقام میں آیا شکست کھا کر لوٹ گیا۔

عباس نے قصریانہ کو مستحکم کر کے رومیوں کے مقابلہ کے لیے تیاری شروع کر دی جب لشکرِ اسلامی منظم ہو گیا تو ۲۴۶ھ میں رومی قلعوں پر حملہ کر دیا شطرا، ابلاطنو، بلوطا، قلعہ عبد المومن فتح ہو گئے اس کے بعد رومی بیڑہ پھر مقابلہ کے لیے آیا اور وہ بھی جفلوذی میں شکست کھا گیا اور سرقوسہ میں رومی پناہ گزین ہو گئے۔ عباس بعد کامرانی قصریانہ واپس آگیا۔ اور قصریانہ کی از سرِ نو تعمیر کی، خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی ۲۴۷ھ میں عباس نے پھر سرقوسہ پر

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷، صفحہ ۳۲۔

حملہ کا ارادہ کیا مگر ابھی نواحِ سرقوسہ غیران قرقنہ کو تاخت وتاراج کیا ہی تھا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تین یوم بیمار رہ کر ۲ جمادی الآخر ۲۴۷ھ یوم جمعہ کو جنت الفردوس کو سدھارا۔ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر وہیں سپردِ خاک کیا اور اسلامی لشکر بلرم واپس لوٹ آیا۔ رومی عباس کے نام سے تھراتے تھے۔ زندگی میں کچھ بگاڑ نہ سکے بعد کو قبر سے لاش نکال کر آگ میں جلا ڈالی۔[۱]

احمد بن یعقوب والی صقلیہ

عباس کے بعد ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے مسلمانوں کی منشا پر احمد بن یعقوب کو والی مقرر کر دیا، یہ عباس کا چچا تھا۔ اور عباس کا لڑکا عبداللہ وہ متمنی ولایت کا تھا اس سے اور ان سے باہمی رنجش ہو گئی۔ آخر ش ابن یعقوب نے ابن عباس کو ولایتِ صقلیہ سپرد کر دی اور واقعہ کی اطلاع ابو ابراہیم اغلبی کو افریقیہ بھیج دی۔ عبداللہ بن عباس پانچ ماہ والی رہا قلعہ ارمنین اور قلعہ مشارعہ اس نے فتح کیے کہ اغلبیہ خاندان کا ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو والیِ افریقیہ نے عبداللہ بن عباس کے بجائے والیِ صقلیہ کر دیا۔[۲]

خفاجہ بن سفیان

خفاجہ ابن سفیان بن سوادہ بن سفیان برادر اغلب بن سالم نے جمادی الاولی ۲۴۸ھ میں افریقیہ سے صقلیہ آکر عنانِ حکومت سنبھال لی

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۴۲ [۲] البیان المغرب ترجمہ اردو۔ ص ۵۳۔

Marfat.com

اپنے بیٹے محمود کو سپہ سالار کیا اور اس کی کمان میں لشکر دے کر سرقوسہ بھیجا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مال غنیمت لے کر محمود بلرم چلا آیا۔ ابھی ایک سال خفاجہ کو حکمرانی کرتے گزرا تھا کہ والیِ افریقیہ ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب اٹھائیس سال کی عمر میں بماہ ذیقعدہ ۲۴۹ھ میں فوت ہو گیا اس کا جانشین ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب ہوا۔ اس کی طرف سے بھی خفاجہ ہی والی رہا

خفاجہ نے محرم ۲۵۰ھ میں شہر نوطس کو جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا بلا خون بہائے فتح کر لیا شہر پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا[1]۔ پھر خفاجہ نے لشکر شکلہ کی طرف روانہ کیا، اس نے اس پر بھی قبضہ کیا ادھر یہ واقعات گزر رہے تھے، ابو محمد زیادۃ اللہ نے ایک سال چھ دن حکمرانی کر کے ۹ ذیقعدہ ۲۵۰ھ کو انتقال کیا اس کا جانشین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب ہوا اس والی نے بھی خفاجہ کو صقلیہ کی ولایت پر برقرار رکھا۔ خفاجہ نے سرقوسہ کی طرف اپنے لڑکے محمود کو معہ لشکر اسلام کے بھیجا رومی مقابل آئے۔ ایک ہزار ان کے لشکری کام آئے یہ واقعہ ۲۵۲ھ کا ہے اس کے دوسرے سال طبرمین کی طرف اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ مگر اہلِ شہر نے خفاجہ سے امان طلب کی اور خود شہر سپرد کر دیا۔ یہاں کے انتظام کے بعد خفاجہ دوسری طرف متوجہ ہوا۔ بیزنطینی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہونے کے اسباب پیدا ہو چکے تھے۔ قیصر روم باسل کو اس خطرے نے چونکا دیا اور اس نے خفیہ ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا

---

[1] ابن اثیر ج ، صفحہ ۶۹۔

جال مقبوضاتِ اسلامی میں پھیلا دیا۔ یہاں کے عیسائی باشندے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ شہر طبرمین میں بغاوت رونما ہوئی، خفاجہ نے محمود کو بھیج کر غداری اور بدعہدی کا مزا عمائدِ شہر کو چکھا دیا، ۲۵۳ھ میں بغاوت کا استیصال ہو گیا۔ اسی طرح رغوس نے بھی سر اٹھایا، خفاجہ نے اس کی بھی گوشمالی کر دی ایک شخص کو جلا وطن کر دیا اور تمام شہر پر کامل تصرف ہو گیا۔ دوسرے مقامات پر بھی باسل کے اٹھائے ہوئے فتنے تھے وہ سب ملیا میٹ کر دیے گئے۔ مگر باسل مقدونی نے ایک جنگی بیڑا صقلیہ بھیجا، خفاجہ کو اطلاع ملی تو اس نے بھی ایک بیڑے کا محمد کو امیر البحر مقرر کر کے دشمن کے بیڑے کی نگرانی سپرد کی اور خود خفاجہ بلرم سے ۲۵۴ھ میں روانہ ہو کر ایک جگہ مقیم ہوا اور ایک دستہ فوج سرقوسہ روانہ کی، بیزنطینی بیڑہ بطریق کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج ساحل پر اتری، خفاجہ موقعہ پر مع لشکر کے پہنچا۔ رومیوں سے سخت مقابلہ ہوا، مجاہدین نے ہزارہا عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ رومی شکست کھا گئے، مسلمانوں کو مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ فتحیابی کے بعد خفاجہ سرقوسہ گیا مگر ناکام بلرم لوٹ آیا۔ اور ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا محمد کی سرکردگی میں اٹلی روانہ کیا جو شہر غیطہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا مگر ناکام رہا۔ مضافات سے مالِ غنیمت بہت ہاتھ لگا، جہاز بھر کے محمد بلرم واپس آ گیا۔

اٹلی میں اسلامی مقبوضات مفرج بن سالم کی نگرانی میں تھے مگر مسلمانوں کی باہمی مخالفت میں کشت و خون کی نوبت پہنچی، مفرج اس کی نذر ہو گیا تو یہ تمام مقبوضات صقلیہ کی اسلامی حکومت کی نگرانی میں آ گئے[۵]

---

[۵] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۰۔

Marfat.com

خفاجہ نے سرقوسہ پر ربیع الاول ۲۵۵ھ میں چڑھائی کی رومی مقابلہ پر آئے ہمت و مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ اسلامی لشکر کو بلرم واپس آنا پڑا۔ خفاجہ کا یہ سفر سفرِ آخرت تھا چنانچہ خفاجہ کو یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی بطن میں خلفون بن ابن زیاد نے قتل کر دیا، لاش بلرم لائی گئی اور دفن کی گئی[1]۔ اس کا جانشین مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو کر دیا۔

محمد بن خفاجہ والیِ صقلیہ

والیِ افریقہ نے اس انتخاب کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور فرمانِ ولایت اور خلعت محمد کے نام بھیجا۔ محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امیر لشکر کیا جس نے نواح سرقوسہ پر فوج کشی کی مگر ناکام لوٹا۔

حکومت بیزنطینی نے مالٹا جس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا حملہ کر دیا۔ محمد بن خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اسلامی لشکر بھیج دیا، جس نے رومیوں کو مار بھگایا اور مالٹا میں اسلامی حکومت برقرار رہی[2]۔

محمد بن خفاجہ کو انتظامِ حکومت سنبھالے دو برس ہوئے تھے کہ اس کے خواجہ سرا نے ۳۔ رجب ۲۵۷ھ کو اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے محمد بن ابی الحسین کو عارضی اپنا والی مقرر کر لیا۔ مگر والیِ افریقہ نے ابن ابی الحسین کے بجائے رباح بن یعقوب کو ولایتِ صقلیہ پر مقرر کیا۔

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷۔ ص ۱۷۔ [2] ایضاً ص ۱۷۔

Marfat.com

رباح بن یعقوب

رباح کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضاتِ ایطالیہ کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا تاکہ اسلامی مقبوضات حکومتِ صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت رہے۔ مگر ہر دو بھائی کچھ روز بھی حکمرانی نہ کر سکے۔ محرم ۲۵۸ھ کو رباح فوت ہوا اور صفر میں عبداللہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔
رباح کا جانشین حسین بن رباح ہوا اور ابوالعباس بن یعقوب بن عبداللہ نے جنوبی اٹلی کی حکومت ہاتھ میں لی، مگر اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی، ربیع الآخر ۲۵۸ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی تخت نشین ہوا مگر حکومت سنبھال نہ سکا۔

یونانی شاہ اٹلی کی فوج تین سال سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہی تھی آخر ش شہر باری مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اس کے بعد شہر سلرنو بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ مرکزی شہر مسلمانوں کے لیے شہر طارنت قرار پایا[1]

حسین بن رباح

حسین کی ولایت کی تصدیق والیِ افریقہ نے بھیج دی اس نے بھی سرقوسہ پر حملہ کیا، رومیوں نے صلح کر کے مسلمان قیدی رہا کر دیے۔ یکایک والیِ افریقہ نے حسین کو معزول کر کے عبداللہ بن محمد کو والیِ صقلیہ مقرر کر دیا۔

---

[1] تاریخ عرب موسیو سیدیو۔

Marfat.com

عبداللہ بن محمد

عبداللہ سابق والیِ صقلیہ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب کا فرزند تھا کچھ عرصہ صقلیہ میں رہا پھر والیِ افریقیہ نے طرابلس الغرب کا والی کر دیا اور اس کے بجائے ابو ملک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی والی صقلیہ مقرر ہوا اس نے زمامِ حکمرانی ہاتھ میں لی اس اثنا میں ابو عبداللہ محمد بن احمد والیِ افریقیہ نے دس سال پانچ ماہ ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر ۲ جمادی الاولیٰ ۲۶۱ھ کو وفات پائی۔ انتقال سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا مگر اس کے بھائی نے اس کی زندگی میں ابو عقال کی تصدیق کر دی تھی، بعد کو ابو عقال کو رد کر کے خود تختِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحبِ علم و فضل تھا۔ نظامِ حکومت کو قابلیت سے چلایا، اس نے صقلیہ پر ابو ملک احمد حبشی مذکور والیِ صقلیہ کو برقرار رکھا، مگر حبشی کی فوج کشیاں ناکام رہیں۔ ابراہیم نے اس کو معزول کیا اور امیر جعفر بن محمد کو والیِ صقلیہ کر دیا[1]

جعفر بن محمد والی صقلیہ

جعفر ابراہیم والیِ افریقیہ کا مصاحب تھا، ایک لشکر کے ساتھ ۲۶۴ھ میں صقلیہ پہنچا، لشکر میں زیادہ تر موالی اغالبہ تھے۔ یہ موالی بڑے شورہ پشت

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۲۳۳۔

Marfat.com

اور حکومت کے سیاسی مجرم بھی رہ چکے تھے۔

ابراہیم نے ہم خاندان افراد کو جو مخالف تھے ان کو بھی صقلیہ بھیج دیا۔ جس میں اغلب بن محمد۔ اغلب بن احمد۔ ابو عقال بن احمد۔ یہ شہزادے محل میں نظر بند رکھے گئے۔

زمامِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر جعفر نے سرقوسہ کی فتح کی طرف توجہ کی۔ عظیم الشان لشکر مرتب کیا، جو ہر قسم کے آلاتِ جنگ منجنیق وغیرہ سے مسلح تھا، یہ لشکر بلرم روانہ ہوا، رومی مقبوضات کے اہم شہروں قطانیہ، طبرمین اور رمطہ کے گرد گشت لگایا، ہر جگہ سے سامانِ رسد فراہم کیا۔ اور سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے علاوہ بحری لشکر بھی بلرم سے پہنچ گیا۔ اہلِ سرقوسہ نے بھی مقابلہ کی تیاری کر لی تھی۔ پہلے ربض سرقوسہ پر اسلامی لشکر نے قبضہ کیا۔ سربفلک محل، خوشنما مکانات مقدس عبادت گاہیں مل گئیں یہیں مقیم ہو کر محاصرہ کی بہ اطمینان کارروائیاں کی جانے لگیں۔

قسطنطنیہ سے سرقوسہ کی مدد کے لیے بحری بیڑا آیا مگر جعفر کے بیڑے نے مقابلہ کر کے رومیوں کو تہ تیغ کیا اور کل جہازوں پر قبضہ کر لیا۔[1]

جعفر سرقوسہ کے محاصرہ کا مکمل انتظام کر کے بلرم آیا، اغلبی شہزادوں نے اس کے غلاموں کو مال و زر کی طمع دے کر تیار کر رکھا تھا چنانچہ جعفر نماز کے لیے محل سے نکلا تھا غلام ٹوٹ پڑے اور ایک ہی حملہ میں قتل کر ڈالا اور ابراہیم کا چچا اغلب بن محمد جو نظر بند تھا، اس نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۲۲

Marfat.com

اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

اغلب نے اپنے ہواخواہوں کو جمع کیا اور ایک لشکر مرتب کرکے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی میں سرقوسہ روانہ کیا۔ احمد نے پہنچ کر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے لی۔[1]

محاصرہ نوماہ تک جاری رہا۔ ۱۴ رمضان ۲۶۴ھ کو سرقوسہ فتح ہوگیا، رومیوں نے بھی دادِ شجاعت دی مگر مجاہدین کی جانبازی کے سامنے اسلحہ ڈالنے پڑے۔ دولتمند شہر تھا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کہا جاتا ہے دس لاکھ بیزنطینی سکہ کی مالیت تھی۔ فتح کے بعد لشکر دو مہینے مقیم رہا۔ شہر کے قدیم باشندے جنگ سے پہلے بہت کچھ ترکِ وطن کرگئے تھے، جو جنگ میں شریک تھے وہ تیغ اجل کا شکار ہوئے۔ یہاں بجز مسلمان فاتحوں کے شہر میں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اغلب نے بلرم سے احمد فاتح سرقوسہ کو لکھ بھیجا کہ سرقوسہ کو منہدم کرادیا جائے۔ چنانچہ اس پُرعظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ کا بحری بیڑہ سرقوسہ کی بازیافت کے لیے آیا اسلامی بیڑا تیار کھڑا تھا، اس نے مقابلہ کیا، رومی ہزار ہا کھیت رہے چار جہاز مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ عیسائی بھگوڑے راہِ فرار اختیار کرگئے سلسلۂ محاربات کی یہ آخری کڑی تھی۔[2]

---

[1] اعمال الاعلام [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۲۲

اسلامی لشکر بعد کامرانی ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں بلرم واپس آگیا۔ کچھ زمانہ بعد سرقوسہ پھر مسلمانوں نے آباد کرنا شروع کر دیا۔ دیگر قوم کے لوگ بھی آباد ہو گئے رفتہ رفتہ اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کر لی۔

فتح سرقوسہ کو دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ باشندگانِ صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ میں غالب بن محمد، ابوعقال کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے افریقہ بھیج دیا جہاں جعفر کے قتل کے سلسلہ میں ان کو سزائے موت دیدی گئی۔[1]

ابراہیم اغلبی نے اپنے بیٹے ابوالاغلب کو ۲۶۵ھ میں صقلیہ کا والی بنا کر بھیجا۔ مگر اہلِ صقلیہ نے اس کے خلاف شورش پھیلا دی مجبوراً ابوالاغلب افریقہ واپس گیا اور حسین بن رباح صقلیہ کا والی مقرر ہوا، اس کے زمانہ میں رومیوں کا بیڑا ایک سو چالیس جہازوں کا حملہ آور ہوا، خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اور اسلامی بیڑے کے جہاز بھی گرفتار کر کے قسطنطنیہ لے جائے گئے۔ والی افریقہ نے اس کو ولایت سے معزول کر کے حسن بن عباس کو والیِ مقرر کیا مگر اس کے عہد میں بھی مسلمان رومیوں کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ آخر ش ابوالحسین محمد بن فضل کو صقلیہ کا والی مقرر کیا اور حسن کو معزول کر دیا۔ ابوالحسین ۲۶۸ھ میں صقلیہ پہنچا اس نے طرمین پر حملہ کیا اور قطانیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اس اثنا میں قسطنطنیہ سے بیڑہ آیا اس سے معرکہ ہوا۔ رومی شکست یاب ہوئے۔ بیزنطینی ایک نیا دار الحکومت صقلیہ میں بنا رہے تھے اس کو بھی محمد بن فضل نے فتح کر لیا۔ مال و

---

[1] البیان المغرب ترجمہ اردو۔ ص ۱۵۹۔

Marfat.com

اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا کہ ربیع الاول ۲۷۰ھ میں محمد بن فضل معزول کر دیا گیا اور قیروان سے علی بن محمد بن ابی الفوارس صقلیہ کا والی مقرر ہو کر آیا۔ مگر چند روزہ اس کی حکومت کا دور رہا یہ بھی دربارِ قیروان سے معزول کر دیا گیا۔ اس کی بجائے حسین بن احمد مقرر ہوا جس نے رمطہ پر فوج کشی کی لیکن یکایک بیمار ہو گیا اور ماہ شعبان ۲۷۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد سوادہ بن محمد ولایت صقلیہ پر بھیجا گیا اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر طبرمین پر حملہ کیا حاکمِ طبرمین نے صلح چند ماہ کے لیے کر لی میعاد گزرنے پر فوج کشی کی مال اور قیدی لے کر بلرم لوٹ آیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہر بیزنطینی حکومت کے قبضہ میں چلے گئے یہ امیر البحر نجفور کی کارگزاری تھی۔ شہر سیرینہ اور شہر منیتہ پر بیزنطینی علم لہرانے لگے۔ مسلمان شہروں سے نکل کر صقلیہ آ گئے، یہاں شورش پسندوں نے والی کے خلاف بغاوت کر دی۔ امرائے صقلیہ میں سے یعقوب بن بکر اور والی کو گرفتار کر کے افریقیہ روانہ کر دیا۔ ابو العباس بن علی نے نظم و نسق عارضی طور سے سنبھالا۔ ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی ۲۷۳ھ میں والی مقرر ہوا۔ جس نے طبرمین، قطانیہ اور رمطہ پر فوج کشی کی مگر نا کامیاب رہا۔ جنوبی اٹلی پر توجہ کی یہاں بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس اثنا میں ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن صمصامہ حاجب کو معہ اہلِ خاندان کے قتل کر دیا اور اس کے بجائے حسن بن نافذ حاجب مقرر ہوا۔ اس نے ابو ملک کو معزول کر کے ابو الحسن احمد

Marfat.com

بن فضل کو دوبارا والیِ صقلیہ مقرر کیا۔ اس نے بھی رومی علاقہ کو تاراج کیا۔ ۲۷۹ھ سے ۲۸۴ھ تک یہ والی رہا احمد بن نافذ نے اس کو معزول کر کے اپنے لڑکے حسن کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا۔ ایک سال بعد ابراہیم نے اس کو معزول کر کے ابو ملاب کو مقرر کر دیا۔ مگر صقلیہ میں باغی زور پکڑ چکے تھے اُنہوں نے بلرم پر قبضہ کیا، ابو ملک فرار ہونے پر مجبور ہوا، آخرش ابراہیم نے اپنے شہزادہ ابو العباس کو افریقیہ سے صقلیہ بھیجا۔[۱]

ابو العباس بن ابراہیم اغلبی

ابو العباس ۲۸۷ھ میں صقلیہ آیا اور آتے ہی ولایت کو سنبھالا اپنے ساتھ کافی لشکر بری و بحری افریقیہ سے لایا تھا، پہلے طرابنش پر قبضہ کیا۔ بلرم کے عمائد و اکابر قاضی صقلیہ کی سرکردگی میں ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہو کر کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا مگر ابو العباس نے وفد سے کہا "چند روز بعد جواب دونگا" جرجنت کا وفد آیا جو حکومت کا موافق تھا اور باغیوں سے مقابلہ کر رہا تھا، اس نے ساکنانِ بلرم کے مکر و کید سے آگاہ کر دیا۔ ابو العباس نے جو سرغنہ تھے ان کو گرفتار کر لیا، اور قاضی کو بھیجا کہ دوسرے لوگوں کو اطاعت پر آمادہ کرے۔ مگر شورش پسند بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ ابو العباس نے افریقی لشکر سے باغیوں کی سرکوبی کرا دی۔ ممتاز افراد مع اہل و عیال کے بلرم چھوڑ گئے۔ رکمونیہ جو سرگرد

---

[۱] ابن اثیر ج ۷۔ ص ۳۴۹۔

تھا وہ بھی اسی جماعت کے ساتھ قسطنطینیہ چلا گیا۔ شہر بلرم میں امن و امان ہو گیا تو ابو العباس رمضان ۲۸۷ھ کو بلرم میں داخل ہوا۔ غرضکہ ابو العباس نے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے بعد ملک کا نظم و نسق سنبھالا[1]

اس کے بعد جنوبی اٹلی کے وہ مقبوضات جو زیر نگین اسلام تھے وہ رومیوں کے قبضہ میں آ گئے تھے ان کے واپس لینے کی طرف متوجہ ہوا ربیع الآخر ۲۸۸ھ میں ایک عظیم الشان بیڑہ بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا صقلیہ کے ایک رومی شہر دیمونی پہنچا کہ ابو العباس خود آ موجود ہوا وہ بیڑے کو لے کر مسینا آیا اور یہاں سے ریو جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ خونریز جنگ کے بعد فاتحانہ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا پھر نیپلس املفی، سالرنو کی طرف توجہ کی۔ رومیوں نے صلح کر لی غرضکہ پایۂ روما کے حدودِ حکومت میں مسلمان پہنچ گئے۔ ابو العباس نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ شہر روما کی شہر پناہ کا دروازہ سامنے تھا کہ پوپ کی استدعا کو قبول کیا۔ پوپ یوحنا نے جزیہ دینے کی شرط کو خوشی سے منظور کیا کہ پچیس ہزار رطل چاندی سالانہ والیِ صقلیہ کی خدمت میں بھیجا کریگا۔ اس طرح ابو العباس فاتحِ سلطنت کلیسا پوپ کو باجگزار بنا کر مسینا لوٹ گیا۔ یہاں رومی بیڑہ منڈلا رہا تھا، اس سے بھی مقابلہ کیا اور شکست دے کر بلرم پہنچا کہ ۲۸۹ھ میں ابراہیم کا فرمان پہنچا کہ افریقہ واپس چلا آئے۔ چنانچہ شہزادہ ابو العباس صقلیہ کی حکومت اپنے دونوں لڑکوں ابو مضر اور ابو معد کے سپرد کر کے افریقہ

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷، ص ۳۴۹۔

Marfat.com

روانہ ہوگیا۔ ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں ٹیونس پہنچا اور ابراہیم اغلبی اس کے حق میں حکومت سے دستبردار ہوگیا۔

ابراہیم نے اپنے ابتدائی عہد میں اپنی مملکت کا بہترین انتظام کیا تھا مگر پھر اس میں مراقی حالت پیدا ہوگئی تھی اس نے ذرا سے قصور پر ذمہ دار ارکانِ حکومت کو قتل کرانا شروع کردیا۔ تمام ملک میں اس کے ظلم سے بدامنی شروع ہوگئی۔ صوبہ دار اس سے برگشتہ ہوگئے اور اس کے طرق کار سے تعلقات منقطع کرنے شروع کردیے۔ اس زمانہ میں بربریوں میں تحریکِ اسمٰعیلی شروع ہوگئی، ابو عبداللہ یمنی نے شیعیت کی اشاعت کی اور عوام کو دولتِ اغالبہ سے بھڑکا دیا۔ المعتضد باللہ عباسی خلیفہ کو اس تحریک کا علم ہوا اُس نے ابراہیم کو حکومت سے دست بردار ہونے کا حکم بھیجا یہ علیحدہ ہوکر حج کے ارادے سے قیروان سے رخصت ہوا اور سوسہ میں صوفیہ لباس میں آیا وہاں سے صقلیہ چلا آیا۔ ابراہیم نے اپنے ذاتی خزانہ کو ساتھ لے لیا تھا۔ پہلے طرابنیش میں قیام کیا یہاں مختصر سی فوج تیار کی جو آلاتِ حرب سے آراستہ تھی - ۲۸ - رجب ۲۸۹ھ کو بلرم میں شان وشوکت سے داخل ہوا۔ شاہی انعام واکرام سے عُمّالِ حکومت کو مالا مال کردیا تمام باشندگانِ صقلیہ کے قلوب تھوڑے ہی دنوں میں مسخر کرلیے، داد ودہش سے ہرکس وناکس ابراہیم کے اشاروں پر چلنے لگا۔

صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت میں پہلے سے تیار تھی چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیرنگیں کرنے کے لیے

اسلامی لشکر کو اپنی سرکردگی میں لیا اور رجب ۲۸۹ھ میں بلرم سے روانہ ہو گیا۔ شہر برطینق کا محاصرہ کرلیا اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہوا اور اہلِ شہر کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ یہاں کا انتظام کرکے طبرمین کی سمت بڑھا۔ اس کو سرتوسہ کے بھگوڑے رومیوں نے جمع ہو کر اپنا مرکز بنالیا تھا، لشکر صف در صف مورچہ جمائے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ملا۔ ابراہیم نے فوراً اسلامی لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اپنی سرفروشی کا وہ مظاہرہ کیا کہ رومی کھیرے ککڑی کی طرح کٹنے لگے آخرش رومی شہر کی طرف پسپا ہو کر بھاگے، ابراہیم بھی تعاقب کرتا ہوا پھاٹک تک پہنچ گیا اور پھر تمام مجاہدین طبرمین میں داخل ہو گئے۔ باشندوں نے پہلے سے راہِ فرار اختیار کرلی تھی ساحل پر کشتیاں کھڑی تھیں موقع پاتے ہی اس میں سوار ہو کر جزیرہ کو خیر باد کہہ گئے۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ پر آمادہ ہوئے، معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا ان میں سے بہت سے تہ تیغ کردیے گئے اور جو بچ رہے ان کی بار بار کی شورا پشتی پر طوق غلامی ان کی گردنوں میں ڈال دیا۔ شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ طبرمین سرزمینِ صقلیہ میں حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کا سب سے آخری باجگذار شہر تھا اس کے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطینی کا جنازہ نکل گیا۔

قسطنطنیہ میں سقوطِ طبرمین کی خبر سے صف ماتم بچھ گئی، قیصر سوم نے سر سے تاج اُتار کر پھینک دیا اور مسلمانانِ صقلیہ سے انتقام

لینے کے لیے فوج کی تیاری شروع کر دی۔ ابراہیم کو خبر لگی اس نے یہ خبر اڑا دی کہ اسلامی لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ قیصر نے اپنے مورچوں کی حفاظت پر فوج کو مامور کر دیا، شب و روز عربوں کے بیڑے کا انتظار ہونے لگا۔

ابراہیم نے چھوٹے چھوٹے قلعوں کی تسخیر کے لیے اپنے پوتے ابومضر زیادۃ اللہ کو بھیجا شہر میقش پر بلا مزاحمت کے ابومضر نے قبضہ کیا اور اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب کو دیلش بھیجا اس نے بھی بلا دقت کے شہر پر قبضہ جمایا۔ اسی طرح رمطہ، لیاج پر ابو حجر۔ سعدون الجلوی کو بھیجا اہل شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح کرنا چاہی مگر ابراہیم نے قبول نہ کی اور ان کو قلعوں سے باہر نکال دیا، اور قلعے مسمار کرا دیے گئے۔ لیاج رومیوں کا آخری مامن تھا۔ اب حکومت بیزنطینی کا نام و نشان نہ رہا۔ صقلیہ کے چپہ چپہ پر اسلامی رائت لہرانے لگا۔ قاضی اسد بن فرات کے ہاتھوں سے فتح صقلیہ کی اصل مہم شروع ہوئی اور ابراہیم بن احمد اغلبی والی افریقہ کے ہاتھوں پورے اٹھتر برس میں اتمام کو پہنچی۔

اب ابراہیم نے جنوبی اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ منعطف کی طبرمین سے مسینا پہنچا اور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوا یہاں پہنچ کر اسلامی لشکر کے دستے جا بجا پھیلا دیے۔ جہاں جہاں نصرانی فوجیں مقابلہ میں آئیں پسپا ہوئیں کسنتہ پر معرکہ کارزار گرم ہوا کہ ابراہیم مرضِ اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور زندگی سے

Marfat.com

مایوس ہوگیا تو ابو مضر زیادۃ اللہ کو فوج کی قیادت سپرد کی اور والیِ صقلیہ مقرر کیا۔ شب شنبہ ۱۹ ذیقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ابو مضر نے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا چاہا محصورین نے دوبارہ صلح کا پیغام دیا جزیہ کی شرط پر درخواست منظور کر لی گئی اور محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ اور اسلامی لشکر کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے جدامجد کی لاش کو لے کر ابو مضر بلرم چلا آیا۔ اور ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کیے اور عالی شان مقبرہ اس کی قبر پر تعمیر کرا دیا۔[1]

ابو مضر نے قصرِ حکومت میں رنگ رلیاں منانا شروع کر دیں۔ شب و روز شراب میں مست رہتا۔ اس کے عیش و عشرت کی خبر ابوالعباس فرمانروائے افریقہ کو پہنچی اس نے ابو مضر کو افریقہ بلا کر قید خانہ میں ڈال دیا اور اس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی ولایت سپرد کی۔

محمد بن سرقوسی

محمد بن سرقوسی نے ۲۹۰ھ میں صقلیہ کی حکومت سنبھالی چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ میں اپنے باپ ابوالعباس کے خلاف سازش کر کے تین صقلبی غلاموں کے ذریعہ شب چہار شنبہ شعبان ۲۹۰ھ میں قتل کرا ڈالا اور خود تختِ حکومت پر قابض ہو گیا، اور سب سے

---

[1] البیان المغرب۔ ص ۱۸۱۔

Marfat.com

پہلے ابن سرقوسی کو معزول کیا اور اس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا۔ چند روز یہ والی رہا، ابو مضر نے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایتِ صقلیہ سپرد کی[1] لیکن احمد آخری اغلبی والی ثابت ہوا۔

احمد بن ابی الحسین بن رباح

ابو مضر نے برسرِ حکومت آتے ہی افریقہ میں کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، ملک اس کے خلاف ہو گیا، اس نے اپنے خیر خواہ اقارب تک کو قتل کر دیا، نظم و نسق بگڑنے لگا۔ یہ لہو و لعب میں مبتلا تھا، ارکانِ حکومت اس سے بیزار تھے ادھر دعوتِ اسمٰعیلی شباب پر پہنچ چکی تھی، اغالبہ کا دستِ راست احول جو اس تحریک کو دبائے ہوئے تھا، اس کو بھی مروا چکا تھا اب اس سیلاب کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اس زمانہ میں داعیِ دعاۃ ابو عبداللہ یمنی نے فرقۂ اسماعیلی شیعی کے امام ابو عبیداللہ المہدی کو افریقہ بلا لیا اور اس کو بادشاہ بنا کر بربریوں کا لشکر لے کر دولتِ اغلبیہ کے ملک فتح کر لیے۔ ابو مضر میں مقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے وہ بزدلی دکھا گیا۔ اور تاج و تخت چھوڑ کر ۲۶ جمادی الآخر ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصرِ شاہی سے جس قدر دولت و ثروت کا انبار ساتھ لیجا سکتا تھا اونٹوں پر لاد کر اہل و عیال کو چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا۔

---

[1] نہایت الارب صفحہ ۴۳۳۔

Marfat.com

ابومضر کے جانے کے بعد ابراہیم بن ابی اغلب نے باشندگان قیروان سے حلفِ اطاعت لیا اور اسمٰعیلی فوج کے مقابلہ کے لیے آمادہ کیا، مگر وہ لوگ جلد منحرف ہو گئے۔ ابراہیم نے بھی قیروان سے ترکِ وطن کیا اور ابومضر سے جا ملا۔

آخری اغلبی تاجدار کا انجام

ابومضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا، یہاں بھی چین نہ ملا، رملہ گیا، یہاں ۲۹۶ھ میں آغوشِ لحد میں جاکر سو رہا۔ دولتِ اغالبہ کا آفتابِ اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقہ کو اپنی تابانی و درخشانی سے منور کرتا رہا ۲۶۔ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔[1]

صقلیہ پر بھی ان حادثات اور انقلاب کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ والیِ صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح نے بہت کچھ حالت صقلیہ کی سنبھالنا چاہی مگر ابی الفوارس جو اس سے پہلے والی تھا اس نے عبیداللہ مہدی سے ساز باز کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر والی کے گھر کو گھیر لیا اور دھوکے سے گرفتار کر لیا اور اس کا مال و متاع سب لوٹ لیا۔ یہ واقعہ ۱۱۔ رجب ۲۹۶ھ کا ہے۔ احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر افریقہ بھیج دیا۔

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱۔ ص ۲۸۲

تاریخ صقلیہ

Marfat.com

علی بن محمد بن ابی الفوارس

علی بن محمد نے اہلِ صقلیہ سے اپنی ولایت کے لیے محضر تیار کرا کر عبید اللہ مہدی کے پاس بھجوا دیا۔ عبید اللہ نے درخواست منظور کر لی اور دولتِ فاطمی افریقیہ کا صقلیہ میں سب سے پہلا والی علی بن محمد مقرر ہوا اور سندِ ولایت کے ساتھ بری و بحری حملہ جاری کرنے کا حکم دے دیا۔[1] مگر کچھ عرصہ بعد ہی علی اپنی استدعا پر افریقیہ پہنچا تو قید کر لیا گیا[2] اور عبید اللہ مہدی نے اپنے خاص معتمد حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا۔

دولتِ اغالبہ

خلفائے بنو عباس نے اپنی سیاسی توجہ صرف مشرق ہی کی طرف رکھی جہاں ان کی فتوحات کافی ہوئیں۔ اور مغرب، اندلس، صقلیہ وغیرہ کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ بلکہ شمالی افریقہ کی حد تک سیادت پر اکتفا کیا جس کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ اندلس میں ہشام بن عبد الملک اموی دسویں خلیفۂ دمشق کے پوتے عبد الرحمٰن الداخل نے اپنی عظیم حکومت قائم کر کے دمشقی بنی امیہ کی تلافی ہی نہیں بلکہ وقار اور عظمت میں اضافہ کیا اور ان کی یاد تازہ کرا دی۔ اس لیے بنو عباس نے معمولی ناکام کوشش کے بعد ہسپانیہ کی سیادت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور افریقہ کو حسب حال اپنے ماتحت صوبہ

---

[1] نہایت الارب صفحہ ۴۳۴ [2] ابن اثیر۔ ج ۸ ص ۳۸

Marfat.com

رکھا لیکن فی الحقیقت بنی عباس کی حکومت کا دائرہ شرقاً غرباً اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ اس کی سنبھال بہت دشوار تھی۔ پھر بھی جتنے عرصہ تک اس وسیع حکومت کو ایک نظام کے تحت پُرامن رکھا گیا وہ کچھ کم تعجب خیز نہیں ہے۔ درحالیکہ آمدورفت اور معلومات اطلاعات کے ذرائع میں جو دشواریاں تھیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔

چونکہ بنو عباس نے مشرق میں مزید فتوحات کی تھیں اس لیے وسیع تو وسیع تر ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ صوبوں کے حکمرانوں نے خود مختاری کا طریقہ اختیار کرنا شروع کیا۔ البتہ سکّہ و خطبہ خلیفہ کے نام کا ہوتا تھا یعنی سیادت تسلیم کرتے ہوئے اندرونی طور پر سیاہ وسفید کے مالک تھے یہی صورت افریقہ کے صوبہ کی خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں تھی اس لیے خلیفہ ہارون رشید نے بہترین سیاست سے کام لے کر افریقہ کے صوبہ کو ۱۸۴ھ مطابق ۸۰۳ء میں حکومت خود اختیاری دے کر ابراہیم بن اغلب کو اس کی امارت سپرد کر دی جس کی تفصیل خلافت بنی عباس اور تاریخ مصر میں لکھی جاچکی ہے۔

چنانچہ اغلبی گھرانے کے کل گیارہ امیر اس پر حکمراں ہوئے جنہوں نے پورے ایک سو بارہ سال حکمرانی کی یہی وہ حکومت تھی جس نے اسلامی بحری سیادت کو خاص طور پر بحیرۂ روم میں عروج پر پہنچایا اور جس نے جزائر سرڈانیہ، صقلیہ (سسلی)، اور مالٹا پر قبضہ کر لیا تھا، مورخین کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے بحری قوت کے اعتبار سے کسی زمانہ میں وہ

Marfat.com

شہرت نہیں حاصل کی جو ان کو "اغلبیوں کے زمانے میں ہوئی۔ اس عہد میں غلام زرافہ نے جس کو مغربی مورخین لیون طرابلسی لکھتے ہیں مشرقی بحیرۂ روم اور بحرالجزائر میں شجاعانہ اور مدبرانہ حملہ کر کے حقیقی امیرالبحری کا لقب حاصل کیا، اسی عہد میں ابوحفص عمر اندلسی بلوطی نے مغربی بحیرۂ روم کو اپنے قبضہ میں کر کے بحری جنگ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا

افریقیہ میں بنو اغلب کی خودمختار یا آزاد حکومت ایک سو بارہ سال سے زائد نہ رہی، اس کے بعد ۲۹۶ھ مطابق ۹۰۸ء میں بنو اغلب کے آخری حکمراں ابوالنصر زیادۃ اللہ کی شراب خواری اور زیادتیوں نے اغلبیوں کے عہد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ ابوالفدائے نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ ابوالنصر عیاشی کے ساتھ ظلم و زیادتیاں بھی کر رہا تھا، ابوعبداللہ یمنی مغرب میں بنو فاطمہ کی طرف سے نہ صرف لوگوں کو دعوت شیعیت دے رہا تھا بلکہ ان کو حکومت کے مقابلہ کے لیے تیار بھی کر رہا تھا۔ ابوالنصر کی مخمور آنکھیں اس وقت کھلیں جب ابوعبداللہ داعی کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تمام ملک اس کے لہو ولعب اور زیادتیوں سے عاجز، دوسری طرف بنو فاطمہ کا داعی مقابلہ کے لیے تیار۔ ابوالنصر کی فوجی کارروائی مضر ثابت ہوئی اور اس کو ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ دربدر مارا مارا پھرا۔ مقتدر عباسی سے مدد مانگی جو ملی لیکن وائے بر شراب و عیاشی جس نے غربت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا لہذا وہ مدد بھی مفید نہ ہوئی اور اس کو مجبوراً ہمیشہ کے لیے نہ صرف اپنے

Marfat.com

ملک کو خیر باد کہنا پڑا بلکہ فلسطین کے قصبہ رملہ میں پہنچ کر دنیا بھی چھوڑنی پڑی اس وقت سے افریقیہ یا ٹیونس کی حکومت بنو فاطمہ کی طرف منتقل ہوئی۔

اغلبی خاندان جب تک صقلیہ پر صاحبِ اقتدار رہا مسلمانوں میں جہاد کا شوق رہا اور جو شاہزادے یہاں والی ہو کر آتے ان میں ہر ایک فتوحات کا شائق ہوتا اور اسلام پھیلانے کی کوشش کرتا۔ صقلیہ میں حنفیت اور مالکی مذہب کو فروغ تھا جس کی ترویج فاتحِ صقلیہ قاضی اسد بن فرات کے ذریعہ زیادہ ہوئی قاضی اور ان کے متبعین کلام و عقائد میں سلفِ صالحین کے پیرو تھے[1]

دولتِ اغالبۂ افریقیہ

۱۔ ابراہیم بن اغلب ۱۸۴ تا ۱۹۶ھ
۲۔ عبداللہ بن ابراہیم ۱۹۶ تا ۲۰۱ھ
۳۔ زیادۃ اللہ بن ابراہیم ۲۰۱ تا ۲۲۳
۴۔ ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب ۲۲۳ تا ۲۲۶
۵۔ ابوالعباس محمد بن اغلب ۲۲۶ تا ۲۴۲
۶۔ ابوابراہیم احمد بن محمد ۲۴۲ تا ۲۴۹
۷۔ ابومحمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب ۲۴۹ تا ۲۵۰
۸۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب ۲۵۰ تا ۲۶۱

---

[1] معالم الایمان جلد ۲ ص ۱۴۳۔

Marfat.com

۹- ابراہیم ثانی بن احمد بن محمد بن اغلب ۲۶۱ تا ۲۸۹

۱۰- ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد ثانی ۲۸۹

۱۱- ابومضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس ۲۹۰ تا ۲۹۶

ولاۃِ صقلیہ

قاضی اسد بن فرات	۲۱۲ تا ۲۱۳	بانیِ حکومت صقلیہ
محمد بن ابی الجواری	۲۱۳ تا ۲۱۴	جانشین
زہیر بن غوث	۲۱۴ تا ۲۱۷	〃
محمد بن عبداللہ بن اغلب	۲۱۷ تا ۲۲۱	والیِ اوّل
ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلب	۲۲۱ تا ۲۳۶	والی
عباس بن فضل	۲۳۷ تا ۲۴۷	والی
احمد بن یعقوب	۲۴۷	〃
خفاجہ بن سفیان	۲۴۸ تا ۲۵۵	〃
محمد بن خفاجہ	۲۵۵ تا ۲۵۷	〃
رباح بن یعقوب		
حسین بن رباح		
عبداللہ بن محمد		
جعفر بن محمد		
اغلب بن محمد۔		

Marfat.com

ابوالعباس بن ابراہیم
محمد بن سرقوسی
احمد بن ابی الحسین بن رباح۔

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر

حسن بن احمد بنو فاطمہ کے محسن قبیلہ کتامہ کا رکنِ رکین تھا افریقیہ سے روانہ ہو کر ۱۰۔ ذی الحجہ ۲۹۷ھ کو مازر پہنچا، پھر بلرم آیا۔ یہ پہلا شیعی والی تھا اس نے حکومتِ صقلیہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا۔ بلرم، جرجنت، قصریانہ، مینا وغیرہ صوبے قرار پائے۔ جس سے وحدتِ قومی و ملکی کا خاتمہ ہو گیا جرجنت کا عامل ابی الخنزیر کا بھائی تھا۔ ہر صوبہ کا جدا جدا والی مقرر کیا اور سرکاری مذہب شیعی قرار دیا۔ سابق قاضی صقلیہ کو معزول کر کے ایک شخص اسحق بن منہال کو محکمہ قضا سپرد کیا[۱]۔ ابی الخنزیر کے اس انداز کی حکمرانی سے عوام میں اس والی سے نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ بلکہ ۲۹۸ھ میں مشرقی صقلیہ میں اہل ونش نے بغاوت کر دی۔ ابن ابی الخنزیر نے فوجی طاقت سے بغاوت فرو کی اور بہت سے حق پرست باشندوں کو قید کر لایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ صقلیہ اس کو بری نگاہ سے دیکھنے لگے۔ بلکہ ایک مرتبہ عوام غلط فہمی سے اس پر حملہ آور ہوئے یہ محل سے کودا جس سے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۸۔

Marfat.com

پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور گرفتار ہو گیا۔ یہ تمام حالات مہدی کو بھیج دیے گئے اس نے اس کو معزول کر دیا۔ علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا یہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۹۹ھ کو صقلیہ پہنچا، مگر سُنی شیعہ کا جھگڑا ابن ابی الخنزیر یہاں اُٹھا چکا تھا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علمِ بغاوت بلند ہو گیا اور ابن عمر البلوی روپوش ہو کر جان بچا لے گیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگوں کر کے صقلیہ سے اپنے زعم میں دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا، اور اپنا والی صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کو مقرر کر لیا۔ یہ خاندانِ اغالبہ سے تھا۔

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب

احمد نے ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ میں لی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ پہلا کام یہ کیا کہ خلیفہ وقت المقتدر باللہ عباسی سے ولایتِ صقلیہ کی اجازت منگائی اور مساجد میں خلیفہ کا خطبہ میں نام لیا جانے لگا۔ ابن قرہب نے اپنے بیٹے محمد کو بحری بیڑا دے کر افریقیہ روانہ کیا۔ محمد ابن قرہب نے صقلیہ کے بڑے سر (ساحل لمطر پر پہلے سے عبید اللہ مہدی کا بیڑہ موجود تھا) اس پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی۔ فاطمی بیڑہ تباہ ہو گیا۔ ابن ابی الخنزیر قتل ہوا۔ پھر طرابلس الغرب کی جانب امیر البحر محمد بن احمد زیادۃ اللہ گیا، وہاں القائم مع چند جہازوں کے موجود تھا، اس لیے محمد جہاز لے کر صقلیہ واپس چلا آیا۔

Marfat.com

ابن قرہب نے جنوبی اٹلی پر تاخت کی، قلوریہ پر کامیابی ہوئی، مال غنیمت لے کر لوٹا۔ ان فتوحات سے ابن قرہب کی ہمت بڑھ گئی اور وہ افریقہ کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ ایک عظیم الشان بیڑہ تیار کر کے افریقہ روانہ ہوا۔ افریقہ میں اغالبہ کا بیڑہ جو دنیا میں عظیم الشان تھا مہدی کے قبضہ میں تھا۔ اس سے صقلیہ کا بیڑہ کیا مقابلہ کرتا، گرفتار ہو گیا۔ ادھر صقلیہ میں ابن قرہب سے عوام باغی ہو گئے ابو الغفار کو امیر بنا لیا۔ پھر ہر دو میں جنگ ہوئی، آخرش ابن قرہب کو گرفتار کر کے مہدی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی ابن حامی ساتھ تھا۔ عبید اللہ مہدی نے ابن ابی الخنزیر کی قبر باب سلم پر لیجا کر ہاتھ پیر کاٹ کر مصلوب کرا دیا۔ ابن قرہب صقلیہ پر تین برس گیارہ ماہ حکمراں رہا۔

مسلمانانِ صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابو الغفار کی اطاعت قبول کی اور اس کے تقرر کی درخواست افریقہ بھیجی۔ عبید اللہ مہدی نے درخواست مسترد کر دی اور ابو سعید موسیٰ بن احمد کو مع زبردست لشکر کے ولایتِ صقلیہ پر مامور کیا۔

ابو سعید موسیٰ بن احمد

ابو سعید قبیلۂ کتامہ کے جرار سپاہیوں کا لشکر لے کر طرابنش پہنچا۔ مگر باشندگانِ صقلیہ نے خیر مقدم نہیں کیا۔ البتہ جرجنت سے ایک وفد آیا اس کو خلعت و انعام و اکرام سے نوازا۔ اہلِ صقلیہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے

Marfat.com

ایک دن ابوالغفار گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ سے سارے جزیرہ میں آگ سی لگ گئی، اس کا بھائی احمد جرجنت پہنچا اور فوج کی کمان لے کر والیٔ صقلیہ سے معرکہ آرا ہوا، خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اہلِ بلرم نے بھی بغاوت کر دی۔ جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا۔ ابوسعید نے قبیلہ کتامہ کے وحشی جاہل درندوں کو طرابنش کے مضافات میں بھیج دیا اور صقلیہ کی شریف آبادیوں میں سے عورتوں اور بچوں کو پکڑ بلوایا، عورتوں کی عصمت دری کرائی، اس سے اور منافرت بڑھ گئی، مگر باغیوں کی قوت کمزور ہوتی گئی، مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ احمد اور ابن علی دادا السفارینی جو سرغنہ تھے گرفتار کرا دیے گئے، جنگ کا خاتمہ ہو گیا، طرابنش کی آبادی کو تہِ تیغ کرا کر گرفتار باغیوں کو جہاز میں سوار کرا کر افریقہ روانہ کیا جو راہ میں ڈبو دیا گیا۔[1]

قیامِ امن و امان کے بعد ابوسعید قیروان چلا گیا اور اپنی جگہ سالم بن ابی راشد کو والی مقرر کر گیا۔[2] اس نے کامل آٹھ سال امن و امان کے ساتھ حکمرانی کی پھر جنوبی اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، کیونکہ افریقہ سے ایک بیڑہ قائد قوارب کی سرکردگی میں آیا اور اس نے ریو میں اسلامی اقتدار قائم کیا، اس کے بعد ۳۱۱ھ میں فوجی بیڑہ امیر العسکر مسعود کی سرکردگی میں آیا اس میں بیس جہاز تھے، اٹلی کے شہر اغاثی پر حملہ آور ہوا اور کامیاب ہوا فتحمندی کے بعد مہدیہ چلا گیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے حاجب ابواحمد جعفر بن عبید کی سرکردگی میں زبردست بیڑا روانہ کیا۔ سالم والیٔ صقلیہ بھی اس کا شریک ہو گیا

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۳۱۶ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵۔

Marfat.com

ہر دو نے بریصانہ اور شہر واری فتح کر لیے، دس ہزار عیسائی گرفتار ہوئے، بے حد حساب دولت جعفر کے ہاتھ آئی جو عبید اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی ۳۱۵ھ میں نوجوان صقلبی صارب چالیس جہازوں کا بیڑا لے کر صقلیہ پہنچا یہاں سے اٹلی گیا۔ صوبہ انکبردو کے ایک شہر ترنتیو پر لنگر انداز ہوا متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مہدیہ چلا گیا دوبارا صارب ۳۱۶ھ میں طارنت کا محاصرہ کیا اور دوبارہ فتح کر لیا۔ قلعہ غیران اور حسب مفتوح کر لیئے قلعہ کی املاک پر قبضہ کیا۔ پھر ادرنت کا محاصرہ کیا، ناکام لوٹنا پڑا۔ پھر حکومتِ قلوریہ سے ایک سال کے لیے معاہدہ کر لیا۔ تیسری مرتبہ رومی افسر سرغوس سے مقابلہ ہوا اور اس پر فتح پائی اس کے بعد ترمولہ کو تسخیر کیا۔ غرضکہ ۳۱۰ھ سے ۳۱۷ھ کی ان مسلسل پیش قدمیوں سے اٹلی میں تہلکہ مچ گیا۔ بالآخر حکومتِ قلوریہ نے سپر ڈال دی اور جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہو گئی۔ ۱۵- ربیع الاول ۳۲۲ھ کو عبید اللہ المہدی انتقال کر گیا۔ ابوالقاسم القائم بامر اللہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کے عہد میں یعقوب بن اسحٰق کی سرکردگی میں بحری مہم جنوا کے قصد سے روانہ ہوئی۔ سردانیہ کو فتح کیا اور پھر کورسیکا پہنچے، یہاں رومی جہاز لنگر انداز تھے ان کو نذرِ آتش کیا اور جنوا پہنچ کر محاصرہ کر لیا، آخرش یہ بھی اسلامی اقتدار میں آ گیا۔ ایک ہزار حسین لونڈیاں اور دولت کا انبار جہازوں میں بار کر کے یعقوب مہدیہ چلا آیا۔ صقلیہ میں سالم نے جبر و تشدد کا بازار گرم کر رکھا تھا، اس کے خلاف ملک میں عام بغاوت پھیل گئی۔ جرجنت

Marfat.com

کے گورنر ابی احمد کو باغیوں نے نکال دیا۔ قلعہ بلوط کا حاکم ابن عمران بھی بے دخل کر دیا گیا۔ سالم فوج لے کر گیا مگر باغیوں سے شکست کھائی پھر خود فوج مرتب کر کے پہنچا۔ اہلِ جرجنت جنگ میں پسپا ہو گئے یہاں کا انتظام مکمل ہونے بھی نہ پایا تھا کہ بلرم میں اسحاق بستانی اور محمد بن حمودو نے سالم کے خلاف بغاوت پھیلا دی۔ سالم کو خبر لگی وہ اس طرف آیا مگر سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا اس نے تمام حالات کی اطلاع افریقیہ روانہ کی۔ قائم نے خلیل بن اسحاق کی سرکردگی میں اہلِ صقلیہ کی گوشمالی کے لیے لشکر روانہ ہونے کا حکم دیا، ادھر اسحاق بستانی نے ایک وفد مع عرضداشت کے قائم کے پاس بھیجا جس میں سالم کی شکایات اور قائم کی اطاعت کا ذکر تھا چنانچہ قائم نے خلیل کو سالم کی معزولی کا پروانہ دیا اور خلیل ہی کو ولایتِ صقلیہ سپرد کی۔

ابو العباس خلیل بن اسحاق طرابلسی

ابو العباس افریقیہ کے ذی اثر ممتاز علماء میں تھا۔ علم ادب اور تصوف کا بڑا ماہر تھا۔ القائم کے ساتھ مصر کے حملہ میں شریک رہا، محکمہ خراج کا افسر ہو گیا پھر افریقیہ اور مصر کی بحری فوج کا افسر اعلیٰ ہو گیا۔ عبید اللہ مہدی کا مقرب بن گیا، اس کی شان میں قصائد بھی لکھے پھر مہدی اس کا دشمن ہو گیا، قائم کی وجہ سے جان بچی کہ خود قائم حکمراں ہو گیا تو اس نے صقلیہ کا اس کو والی مقرر کر دیا۔ یہ افریقیہ سے ۳۲۵ھ میں روانہ ہوا اور ایک ماہ

Marfat.com

بعد ساحلِ بلرم پر جہاز سے اترا اہلِ بلرم نے خیر مقدم کیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ دکھایا، پھر جرجنت سے بھی وفد آیا اور خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اٹھائے[1]۔ خلیل نے تمام عمال سالم کو معزول کیا اور نئے عامل مشورہ سے مقرر کیے۔ سالم نے یہ رنگ دیکھ کر خلیل کے خلاف افواہیں پھیلانی شروع کیں۔ لوگ خلیل کے مخالف ہو گئے۔ خلیل نے بجائے باغیوں کو سرزنش کرنے کے بلرم کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرانے لگا۔ اپنا محل اور امراء کے مکانات، ایوان حکومت قید خانہ اور سرکاری دفاتر، دارالصناعہ یہاں تعمیر کیے اور فصیل بلرم کو منہدم کر کے اس کے ملبہ سے اس شہر کے اردگرد مضبوط دیوار بنوادی داخلہ کے چار پھاٹک چاروں طرف لگائے گئے۔ چند ماہ میں یہ سلسلہ تعمیر اختتام کو پہنچ گیا۔ یہ جدید شہر ساحل سمندر پر واقع تھا[2]۔ یہ خالصہ کہلاتا تھا۔ اہل جرجنت نے بغاوت کر دی۔ سرغنہ سالم تھا خلیل فوج لے کر گیا مگر ناکام لوٹا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلاطنو، بلوط اور قلعہ ابی ثورہ وغیرہ باغی ہو گئے۔ ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی۔ خلیل نے ہر ایک مقام پر فوج روانہ کی مگر ہر جگہ ناکام رہی۔ ادھر ملک میں قحط پڑ گیا صقلیہ کے مسلمانوں نے اسلامی حکومت کے خلاف حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی باوجودیکہ اب بالکل بیزنطینی حکومت کا تعلق صقلیہ سے

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۹ [2] ابن اثیر جلد ۸ ص ۵۳

Marfat.com

باقی نہ تھا یہ جو کچھ ہوا وہ سالم شیعی کی قوم و ملک فروشی تھی غرضکہ قسطنطنیہ سے رومی بیڑا کثیر فوج اور غلہ کے ساتھ آیا۔

خلیل نے قائم کو یہاں کی تفصیل سے آگاہ کیا، اس نے عظیم الشان لشکر صقلیہ بھیجا یہاں سالم لقمۂ اجل ہوا۔ خلیل کو اپنے ہم مسلک کے مرنے سے مسرت ہوئی۔ ادھر افریقیہ سے لشکر آگیا تو خلیل نے منظم طریقے سے باغی شہروں اور قلعوں پر تاخت شروع کی۔ فوج کشی کامیاب رہی بیزنطینی لشکر بھی ہٹ پٹا کر چلتا بنا۔ یکے بعد دیگرے تمام باغی شہر اور قلعے خلیل نے سر کر لیے، آخر میں جرجنت کی طرف توجہ کی سخت محاصرہ کیا اور کمان فوج کی ابوخلف بن ہارون کو دے کر خود بلرم چلا آیا۔ جب جرجنت کے لوگ محاصرہ سے تنگ آگئے تو امراء و معززین نے خفیہ راستوں سے نکل کر عیسائی ملکوں کی راہ لی اور وہاں جا کر عیسائیت قبول کر لی یہ لوگ پہلے شیعہ ہوئے پھر عیسائی ہو گئے جو غربا بچ رہے اُنھوں نے فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ابوخلف نے جنگجو عنصر کو گرفتار کر کے خالصہ روانہ کر دیا۔ جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہروں میں حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہو گیا۔ یہ بغاوت چار برس رہی ہزاروں آدمی طرفین سے کام آئے اغالبہ کے مقابلہ میں یہ تھے دولت عبیدین کے برکات۔

افریقیہ میں بھی قبیلۂ زناتہ نے بغاوت کر دی ابویزید خارجی سرگروہ تھا قائم نے خلیل کو افریقیہ طلب کر لیا۔ زمامِ حکومت ابوعطاف محمد بن اشعث

Marfat.com

کے سپرد کردی۔ خلیل کا عہد بھی ظالمانہ رہا۔ جب افریقہ جانے لگا مسلمان قیدیوں کو ساتھ لیتا گیا جس جہاز میں وہ سوار تھے راہ میں ان کو تہِ آب کرادیا[1]

ابو عطاف محمد بن اشعث الازدی

ابو عطاف نے عنانِ حکومت ۳۲۹ھ میں سنبھالی، القائم بامر اللہ نے خلیل کی نامزدگی کو برقرار رکھا گو پیشرو والی نے یہاں کا سیاسی مطلع ظلم و عدوان سے صاف کر دیا تھا مگر چوری ڈاکہ رہزنی کا بازار گرم ہو گیا جس سے ملک میں ہر طرف ہراس طاری ہو گیا۔ ابو عطاف نے حسنِ تدبیر سے ان حالات پر قابو حاصل کر لیا۔ جب اس طرف سے سکون ملا ملک کا نظم و نسق درست کیا جس سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا، اس اثناء میں ۱۳ شوال ۳۳۳ھ کو قائم دنیا سے رخصت ہو گیا، اس کا جانشین اسمٰعیل ہوا جو المنصور من اللہ کے نام سے مشہور ہوا مگر صقلیہ میں عیسائی رعایا نے سالانہ خراج دینا بند کر دیا جس کا اثر خزانہ پر پڑا ابو عطاف سے اور قبیلہ طبری کے چند معززین سے ان بن ہو گئی تو تمام قبیلہ نے عید الفطر کے دن ابو عطاف پر حملہ کر دیا، اس کے ارد گرد جو محافظ دستہ تھا اس کو تہِ تیغ کر ڈالا، یہ جان بچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ اہلِ بلرم بھی باغیوں کے ہم نوا ہو گئے۔ ابو عطاف نے المنصور کو تمام حالات کی اطلاع دی اس نے

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳۔

ایک آزمودہ کار قائد حسن بن علی کلبی کو صقلیہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔[1]

ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی

حسن بن علی افریقیہ کے معزز قبیلہ بنو کلب کا ممتاز رکن تھا اور نہایت شجاع اور ذی فہم۔ اس نے ابو یزید خارجی کے فتنہ کو ختم کیا تھا۔ المنصور اس کی بڑی قدر کرنے لگا تھا۔ حسن افریقیہ سے روانہ ہو کر ۳۳۶ھ میں صقلیہ پہنچا، پہلا قیام بندرگاہ مازر پر تھا، کوئی شخص پیشوائی کو نہ آیا۔ شب میں حکومت کے چند وفادار پوشیدہ حسن کے پاس آئے اور قبیلہ طبری کے فتنہ سے آگاہ کیا اور مقامی سیاسیات کے رازہائے سربستہ اس کے سامنے کھولے، ان کے جانے کے بعد سرکش قبیلہ کے چند لوگ مع سرخیل جماعت اسمٰعیل بن طبری حسن سے آکر ملے یہ اُن سے بڑی خندہ پیشانی سے ملا۔ اسمٰعیل نے علی بن طبری اور محمد بن عبدون کو افریقیہ بھیجا تھا کہ منصور حسن کو واپس بلا لے، چنانچہ یہ خبر بھی حسن کو مل چکی تھی، پھر بھی وہ مدارات سے پیش آیا اور ان کو رخصت کر کے بلرم پہنچا، ان سب نے خیر مقدم کیا۔ اسمٰعیل نے یہ حالت دیکھی تو پلیش پیش ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسمٰعیل نے ایک فتنہ اور کھڑا کیا۔ حسن کے غلام کو متہم کر کے شہرت دی۔ فریادی حسن کے پاس پہنچے۔ حسن کو غلام کی نیک چلنی کا علم تھا پر اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے عدل و انصاف کی شہرت تمام

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۸ ص ۳۳۱۔

Marfat.com

صقلیہ میں پھیل گئی، ادھر منصور نے حسن کو اطلاع دی کہ صقلیہ سے جو وفد آیا ہے اس کو قید میں ڈال دیا گیا، وہاں ان کے ساتھوں کا جلد خاتمہ کردو۔ چنانچہ فتنہ پردازوں سے روابط بڑھا کر ایک دن سب کو بلا کر جیل میں ٹھونس دیا اور ان کا مال واسباب بحقِ حکومت ضبط کرلیا گیا تمام اہلِ صقلیہ ان کے استیصال پر اطاعت گزار ہو گئے۔

بیزنطینی بحری بیڑہ حملہ آور ہوا حسن نے اپنے بحری بیڑے سے مقابلہ کرکے اس کو شکست دی اور بعض مقامات اٹلی کے اپنے قبضہ میں کر لیے ان میں ریو کے علاقہ کا خوبصورت شہر جراجہ بھی تھا اہل جراجہ نے جزیہ پر اطاعت قبول کرلی۔ دوبارہ قلوریہ پر ۳۴۰ھ میں منصور کے حکم سے حملہ کیا۔ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفیروجنٹس نے منصور سے عارضی صلح کرلی جس کی وجہ سے حسن رک گیا البتہ ریو میں مسجد تعمیر کی گئی جو مسلمانانِ صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی میں قائم ہو گئی۔

۳۴۱ھ میں المنصور بھی انتقال کر گیا، اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تختِ حکومت پر بیٹھا۔ حسن اپنے لڑکے ابوالحسن احمد کو اپنا قائم مقام والیِ صقلیہ کرکے اٹلی کی فتوحات کا مالِ غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلبی کو لے کر ۳۴۲ھ میں افریقیہ پہنچا۔ المعز نے حسن کی بڑی قدردانی کی اور ابوالحسن احمد کو والیِ صقلیہ مقرر کرکے فرمان ولایت لکھ کر بھیج دیا[1] حسن کو افریقیہ میں حکومت کی خدمات سپرد کردی گئیں۔

---

[1] ابوالفدا۔ ج ۲ ص ۹۶۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں خلافت ہسپانیہ سے اور المعز سے چھڑ گئی، ہسپانیہ کا بیڑا آیا۔ حسن کی سرکردگی میں المعز کا بیڑہ برسرپیکار رہا، ہر دو میں خونریز جنگ ہوئی۔ اس کی تفصیل تاریخ مصر میں بیان ہو چکی ہے

حسن نے افریقہ سے اٹلی پر پھر تاخت کی، دوسرا بیڑہ افریقہ سے گیا۔ حسن کا بھائی عمار امیر البحر تھا، راہ میں طوفان آیا، بیڑہ تباہ ہو گیا۔

حسن کا ارادہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت موروثی ہو جائے، چنانچہ اس نے احمد کو بلایا صقلیہ کے تیس عمائد بھی اس کے ساتھ تھے احمد مع جماعت کے حسن کے توسل سے المعز کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور خلافت فاطمی کی بیعت کی، اس کے بعد احمد لوٹ آیا۔ حالات امن وسکون سے گذر رہے تھے۔ اوتھو اعظم نے صقلیہ کے بعض قلعوں کو لینا چاہا مگر مقابلہ میں اس کو ناکامی ہوئی، طبرمین سے عیسائی خارج کر دیئے گئے اور وہاں اسلامی آبادی قائم کر دی گئی۔ حکومت بیزنطینی نے عظیم الشان بیڑہ بھیجا۔ حسن اور ابن عمار اپنے بیڑے کو لے کر مقابل ہوئے رومیوں کی پوری قوت اس معرکہ میں ٹوٹ گئی اور اس طرح صقلیہ کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد حسن کلبی کا انتقال ہو گیا۔

ایک سو اڑتیس سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۲۱۲ھ سے شروع ہو کر ۳۵۴ھ پر ختم ہوئی اور صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص

Marfat.com

اسلامی حیثیت اختیار کرلی۔[1]

حکومت بیزنطینی میں مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہی تو قیصر روم نقفور (فوکس) نے المعز سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی استدعا کی، المعز نے فراخ دلی سے پائیدار صلح نامہ کرلیا، باہم تحائف کے تبادلے ہوتے تھے۔ طبرمین اور رمطہ جہاں سے عیسائی نکال دیئے گئے تھے، المعز نے ان شہروں کو عیسائیوں کے سپرد کرنا چاہا اور احمد کو حکم دیا۔ اس نے دونوں شہروں کو بزور شمشیر فتح کیا تھا، ناگوار گزرا اور اس نے اپنے بھائی ابوالقاسم کو بھیج کر شہر مسلمانوں سے خالی کرائے اور مسمار کرا کر آگ لگوا دی۔ المعز نے احمد کو معزول کرکے افریقیہ بلا کر دوسرے اعلیٰ عہدے پر سرفراز کیا اور کلبی خاندان کے مولیٰ یعیش کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا یعیش حسن کا غلام تھا مگر صاحب اقتدار، مگر اہل صقلیہ نے اس کی مخالفت کرنی شروع کر دی امن وامان خطرہ میں پڑ گیا۔ المعز کو خبر ہوئی یعیش کو معزول کرکے احمد کو اس کی جگہ پر فائز کیا مگر احمد مصر کی فتح میں لگا ہوا تھا اس کے بجائے اس کے بھائی ابوالقاسم کو صقلیہ بھیج دینا چاہا۔ احمد مصر سے لوٹا، طرابلس الشام کے ساحل پر ۳۵۹ھ میں وفات پائی۔ المعز نے ابوالقاسم کو فرمانِ تقرر بھیج دیا اور وہ ۳۶۰ھ میں صقلیہ پہنچا۔

المعز کے قائد جوہر صقلی نے مصر کو فتح کرنے کے بعد قاہرہ کو تعمیر کیا اور المعز کو وہیں بلا لیا تو المعز نے افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ج ۲۵۔ ص ۳۲۔

Marfat.com

وغیرہ کو الگ کر دیا اور ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کر کے اس کو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبین کے سپرد کر دیا اور اپنی نگرانی میں صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا[1] المعز نے ۱۱۔ ربیع الآخر ۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔

ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ

ابوالقاسم نے مستقل فرمانروائی کا آغاز کیا، خلافت مصر سے صرف اس قدر تعلق تھا جیسا اغالبہ کا خلفائے بنو عباس سے۔ ابوالقاسم کا عہد المعز کے زمانہ میں سکون و اطمینان سے گزرا، معز کا جانشین نزار العزیز باللہ ہوا۔ اوکھودوم نے پھر حماقتیں کرنا شروع کیں، اور لشکر صقلیہ بھیجا اہل مسینا کے عیسائی اس کے دام میں پھنسے اور لشکر کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ مگر ابوالقاسم نے یہ رنگ دیکھ کر جہاد کا اعلان کیا مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لیے فوج میں داخل ہو گئے۔ جب یہ مجاہدین کا مقدس لشکر رمضان میں مسینا پہنچا سورما رومی اور رفتہ جو عیسائی مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر آبنائے مسینا عبور کر کے اٹلی چلتے ہوئے مگر ابوالقاسم نے مسینا پہنچ کر عنانِ توجہ اٹلی کی طرف کی اور کسنتہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل کسنتہ نے زرِ نقد ادا کر کے صلح کر لی، ابوالقاسم نے دوسرے قلعہ جلوا کو بھی اسی طرح زیر نگیں کیا، برلولہ اور قلوریہ میں دستے بھیجے جنہوں نے کافی مالِ غنیمت حاصل کیا اور عیسائیوں کو پکڑ لائے۔ غرضکہ کامیابی کے بعد ابوالقاسم

---

[1] تاریخ صقلیہ جلد ۱ ص ۳۷۶۔

Marfat.com

بلرم واپس آگیا اور رمطہ کو ۳۱۶ھ میں نئے سرے سے تعمیر کیا اور ایک فوج یہاں متعین کی پھر ابوالقاسم جہاد کے لیے روانہ ہوا شنت اغاثہ کا قلعہ ہاتھ لگا۔ اس کے بعد تارنٹو کو قبضہ میں لایا اور شہر کو برباد کرا کر عیسائیوں کے فوجی گڈھ کا خاتمہ کر دیا۔ پھر شہر اورنت اور شہر غزنیلہ کو تاراج کر ڈالا اور باشندے اطاعت گزار بن گئے پھر بلرم لوٹ آیا۔
اوتھودوم نے عظیم الشان لشکر لے کر ملیطو پر حملہ کر کے قبضہ کیا مسلمان مقابلہ نہ کر سکے ادھر ابوالقاسم کے سر پر قضا منڈلا رہی تھی وہ ایک موقعہ پر رومی فوج کے ہاتھوں گھر کر شہید ہو گیا مگر اس کے ساتھی مسلمانوں نے رومیوں سے انتقام لے لیا اور اس قدر عیسائی تہ تیغ کیے کہ یہ رنگ دیکھ کر اوتھودوم نے راہِ فرار اختیار کی اور اس صدمہ میں ۳۸۳ء میں مر گیا۔ ابوالقاسم نے بارہ سال پانچ ماہ شاندار حکمرانی کی۔ وہ نیک سیرت حلیم و بردبار، عادل، منصف مزاج، امن پسند فرمانروا تھا، ذاتی فضائل میں بھی یگانہ تھا علماء اور اہلِ علم کا قدردان۔ وفات کے بعد درہم و دینار پسماندوں کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور نہ کوئی ذاتی ملکیت تھی، جو تھی وہ زندگی میں غرباء و مساکین کے لیے وقف کر دی۔ اس کے انتقال کا اہلِ صقلیہ کو بڑا صدمہ پہنچا۔

جابر بن ابوالقاسم کلبی

جابر اپنے باپ کا جانشین اٹلی ہی میں ہو گیا تھا مگر تدبر و دوراندیشی

Marfat.com

اس میں نہ بھی ملک کو نہ سنبھال سکا فوج میں بغاوت اس کے خلاف پھیل گئی۔ دربارِ مصر کو شکایات پہنچیں۔ العزیز نے اس کو معزول کر دیا۔ ۳۷۲ سنہ سے ۳۷۳ھ تک صقلیہ کی حکمرانی کی اس کے بجائے اس کا چچازاد بھائی جعفر بن محمد کلبی مقرر ہوا۔ جعفر مصر میں شعبہ وزارت کے کسی عہدہ پر فائز تھا۔ صقلیہ پہنچ کر جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا[۱]

جعفر بن محمد کلبی

جعفر ہوشمند مدبر تھا حکومت کی تمام بدانتظامیوں کی اصلاح کی، انتظامِ مملکت میں مصروف ہو گیا۔ اس کے زمانہ میں صقلیہ میں امن و امان رہا خود بھی اہل علم میں سے تھا، علماء و فضلا کا قدردان تھا، اہلِ علم و شعراء سے اس کا دربار بھرا رہتا تھا۔ انہیں انعام و اکرام سے مالا مال کرتا اس کے عہد میں علمی فضا پیدا ہو گئی[۲] ۳۷۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی عبداللہ بن محمد کلبی تخت حکومت پر بیٹھا گو حسن تدبیر اور مال اندیشی میں یگانہ تھا پر چار برس حکمرانی کر کے ۳۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے حین حیات میں اپنے لڑکے ابوالفتوح کو اپنا جانشین بنایا۔

ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی

العزیز باللہ نے تخت نشینی کی توثیق کر دی اور ثقۃ الدولہ لقب عطا

---

[۱] ابوالفداء۔ ج ۲۔ ص ۹۷۔ [۲] ابن خلدون جلد ۲۔ ص ۲۱۰

کیا۔ حکومت کے نظم و نسق کو درست کر کے اٹلی کے مقبوضات پر متوجہ ہوا، ایک ایک ریاست سے نبرد آزما ہو کر سب کو زیر کر لیا۔ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتیں اس کے سامنے سر نیاز جھکانے لگیں جس سے مسلمان ایطالیہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے اس کے ساتھ ہی اس کی تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ ہونے لگا۔ ابو الفتوح ارباب علم و فضل کا قدر دان تھا اس کے عہد میں علم و فن اور شعر و ادب کا مرکز صقلیہ بن گیا تھا۔ العزیز نے ۳۸۶ھ میں انتقال کیا۔

العزیز کے جانشین الحاکم فاطمی نے ثقۃ الدولہ کی ولایت کی تصدیق کا فرمان بھیج دیا۔ یکایک اس پر فالج کا حملہ ہوا اس نے اپنے بیٹے جعفر کو حکومت صقلیہ پر سرفراز کیا اور خود گوشہ گیر ہو گیا۔

تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ابو الفتوح کلبی

الحاکم عبیدی نے تاج الدولہ جعفر کی ولایت کی تصدیق کے ساتھ لوائے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملت کے لقب سے مفتخر کیا۔ ۳۸۸ھ میں عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر کروفر و شان و شوکت کے ساتھ ولایت صقلیہ کے فرائض ادا کرنے لگا، ابو الفتح تمام صقلیہ میں امن و امان کی بنیادیں قائم کر گیا تھا اس کے عہد میں مرفہ الحالی کا دور تھا ۳۹۵ھ کو افریقیہ میں شدید قحط پڑ گیا جس کا اثر یہ پڑا کہ ہزارہا مسلمان لقمۂ اجل ہو گئے، دیہات ویران ہو گئے، مساجد سنسان ہو گئیں کثرت سے علماء و صالحین نے اس دار فانی

Marfat.com

سے رحلت کی، باشندوں نے گھبرا کر صقلیہ کی طرف رخ کیا۔ یہاں تاج الدولہ نے ان کی پذیرائی کی۔

کلبیوں کا عہد صقلیہ کے لیے زریں عہد تھا یہاں زراعت اور صنعت کو مسلمانوں نے معراج کمال تک پہنچا دیا تھا جس سے دولت و ثروت کی بہتات ہوگئی۔ گھر گھر علمی چرچے ہونے لگے علم و ادب کی روز افزوں ترقی تھی۔ اس کے سوا حکمراں طبقہ کے جود و کرم اور داد و دہش نے علماء و فضلا کو کھینچ بلایا تھا۔

تاج الدولہ کی تخت نشینی کے سولہ سال بعد ۴۰۵ھ میں اس کے بھائی علی نے بربریوں اور موالیوں کو ہمنوا بنا کر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویٰ کیا، اور میدانِ جنگ میں اتر آیا۔ تاج الدولہ نے بھی فوج بھیج دی، بلرم کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا، علی گرفتار کر لیا گیا اور تاج الدولہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے فوراً اس کو قتل کرا دیا ثقۃ الدولہ بیٹے کا قتل دیکھ رہا تھا اس کے بعد بربریوں اور موالی جو فوج میں تھے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ بربریوں کو مع اہل و عیال کے جلا وطن کر دیا اور موالیوں کو چن چن کر قتل کرا دیا۔ بربری افریقہ چلے گئے۔ فوج میں وطنی داخل کر لیے گئے۔ اس کا اثر ملک پر برا پڑا فتوحات کا دار و مدار بربریوں اور موالیوں پر تھا ان کی ہیبت تمام عیسائیوں پر تھی۔ اس کے علاوہ عہدہ دار افریقی رہے جس سے اس میں کشمکش شروع ہوگئی۔ وزارتِ عظمیٰ پر حسن بن محمد باغائی تھا یہ بد دماغ اور مغرور انسان تھا تمام لوگ اس کے سلوک سے بد دل ہوگئے اس پر اس سے یہ غلطی ہوئی کہ روا ج

قانونِ محاصل میں ترمیم کردی حکومت سے عوام پہلے سے بیزار تھے اس سے ان میں باغیانہ لہر دوڑ گئی اور مجتمع ہو کر قصرِ حکومت کو گھیر لیا۔ فوج پہلے سے بے قابو تھی۔ مشتعل مجمع کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ثقۃ الدولہ یوسف جو صاحبِ فراش تھا، وہ فیلنس میں سوار ہو کر بلوائیوں کے سامنے آیا۔ اس سے ہر ایک کو محبت اور عقیدت تھی۔ چنانچہ سب نے اس کو گھیر لیا اور شفقت و محبت سے بلوائیوں کو خطاب کر کے مطالبات دریافت کیے، انہوں نے متفقہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ یوسف نے منظور کر لیا۔ ان لوگوں نے باغائی کو طلب کیا، اس کو بھی بلا کر پیش کر دیا۔ وہ جوشِ انتقام میں اس پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر کے لاش جلا ڈالی۔

ان لوگوں نے ثقۃ الدولہ کے لڑکے احمد معروف بہ اکحل کو اپنا امیر نامزد کر لیا۔ ثقۃ الدولہ نے اہلِ صقلیہ کی حالت دیکھ کر تاج الدولہ کو پوشیدہ طور سے افریقہ روانہ کر دیا اور خود بھی مصر جانے کے لیے تیاری کرنے لگا۔

تائید الدولہ احمد الاکحل کلبی

۴۱۰ھ میں سریر آرائے تختِ امارت صقلیہ ہوا، عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی اصلاح و درستی میں مصروف ہو گیا۔ الحاکم کی طرف سے ضابطہ کا فرمانِ ولایت معہ القاب کے عطا ہوا۔ ثقۃ الدولہ مع دولت و ثروت جس میں چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے لے کر مصر

Marfat.com

روانہ ہوگیا۔ احمد نے عوام کی توجہ لگانے کو اٹلی کے مقبوضات کی فتح کے لیے فوج کو روانہ کیا، جس نے کامیاب فتوحات حاصل کیں اور مالِ غنیمت لے کر لوٹی۔

تائیدالدولہ حمموں پر گیا تو انصرام حکومت اپنے لڑکے جعفر کے سپرد کر گیا مگر اس کی نوعمری اور ناتجربہ کاری نے ملک کی حالت دگرگوں کر دی جب آخری مرتبہ اکحل اٹلی سے واپس آیا تو دیکھا کہ یہاں کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا تھا۔ ابھی اکحل یہاں کی سیاسی گتھیاں سلجھا رہا تھا کہ ایک نئی وحشی قوم نارمن نے صوبہ قلوریہ کی اسلامی آبادی کو تباہ و برباد کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تائیدالدولہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکا

نارمن قوم کا وطن نارمنڈی تھا، یہ پیشۂ قزاقی کرتے تھے۔ یہ اٹلی کی عیسائی حکومتوں کی فوج میں ملازم ہوئے اور جب ان کی جماعت کافی ہوگئی تو انہوں نے اسلامی آبادی کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا اور ان کو بہت سا مال ہاتھ لگا۔ پھر تو انہوں نے چند اہم مقامات لے کر ایک کو مرکز قرار دیا اور نارمن حکومت کی تشکیل کر لی۔ ان نارمنوں کے ظلم و جور اور قلوریہ کے نکل جانے کا اثر مسلمانانِ افریقہ پر پڑا، حکومت صقلیہ سے تو بن نہ پڑا۔ مغرب کی اسلامی حکومتوں میں سے حکومت صنہاجیہ کے بیدار مغز اولوالعزم فرمانروا المعز نے چار سو جہازوں کا ایک بیڑا نارمنوں کے استیصال اور قلوریہ میں اسلامی اقتدار کو پھر دوبارہ قائم کرنے کے لیے بھیجا مگر جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر میں سخت طوفان آیا اور بیڑہ غرقاب ہوگیا۔ صرف گنتی کے لوگ جان

Marfat.com

بچا کر افریقہ واپس آسکے، چنانچہ اسی وقت سے قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانوں کا آفتابِ اقبال ۴۱۶؁ھ میں غروب ہو گیا۔

صوبہ انکبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں سے پہلے ہو چکا تھا۔

غرضکہ قلوریہ جہاں مسلمانوں کا تجارتی کاروبار ترقی پذیر حالت میں تھا، اوران کا شمار صنعت وحرفت میں ترقی یافتہ قوموں میں ہوتا تھا، نارمنوں کے وحشیانہ سلوک نے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت جس میں علماء اور صالحین اور اہل علم بھی تھے قلوریہ سے ہجرت کر کے صقلیہ چلے آئے اور صوبہ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیوں میں چلے گئے جو ستم زدہ رہ گئے کچھ عرصہ بعد ان کی نسلیں اسلام سے بیگانہ ہو گئیں تائیدالدولہ نے اپنی حکمرانی کو قائم رکھنے کے لیے وطنی اور غیر وطنی کا سوال اٹھا کر افریقہ کے مسلمانوں کو ہمنوا کر کے تمام عہدے ان میں تقسیم کر دیے۔ وطنیوں کو یہ طریقۂ عمل ناگوار گزرا اور تائیدالدولہ کلبی کی حکومت سے گلو خلاصی کرنے کے لیے اہلِ صقلیہ کا ایک وفد المعز والیِ صنہاجیہ جو شیعیت سے تائب ہو گیا تھا اور عبیدیین کے مکر وخداع سے بیزار تھا پہنچا اور المعز کو صقلیہ کی صورتِ حال سے آگاہ کیا اور تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقہ جزیرہ صقلیہ کو کلبیوں سے آزاد کرا کر اپنے ممالک محروسہ میں داخل کر لے، ورنہ ہم عیسائیوں کو بلا کر اس جزیرہ کو ان کے سپرد کر دینگے[1] المعز نے وفد کی درخواست پر اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں چھ سو

[1] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۰۔

نفوس کا ایک دستہ افریقہ سے صقلیہ بھیجدیا۔ اہل صقلیہ اس کے ہمنوا ہو گئے، بلرم کے قریب خالصہ پر تائیدالدولہ سے مقابلہ ہوا۔ تائیدالدولہ کو شکست ہوئی قلعہ بند ہو گیا، مگر پھر بھی جان نہ بچا سکا اور افریقی مسلمانوں کے ہاتھ سے ۴۲۷ھ میں قتل کر دیا گیا مگر اس واقعہ سے اہل صقلیہ بھی بگڑ بیٹھے اور عبداللہ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ چنانچہ یہ رنگ دیکھ کر بقیہ تین سو اپنے ساتھیوں کو لے کر عبداللہ افریقہ واپس چلا گیا۔[1] اس زمانہ میں الظاہر لاعزاز دین اللہ فاطمی نے شعبان ۴۲۴ھ میں وفات پائی اس کا لڑکا ابوتمیم معد دولتِ عبیدیہ کا فرمانروا بنا۔ تائیدالدولہ کے قتل سے دولتِ کلبیہ کا زوال شروع ہو گیا۔ ملک میں عام بدامنی شروع ہو گئی۔ حکومت کا رعب و داب جاتا رہا اور شورہ پشت عنصر نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے تائیدالدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دے کر رسمی طور پر برائے نام حکومت اسکے سپرد کر دی۔

صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی

صمصام الدولہ نے عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر انتظامِ ملک کی طرف متوجہ ہونا چاہا مگر شورش پسند عنصر اپنی جماعت کو برسر اقتدار کر کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے اور سابقہ عمال کو معزول کر دیا، اس سے ہنگامہ دار و گیر بپا ہو گیا۔ مرکز کی زبوں حالی دیکھ کر ہر صوبہ کا حاکم خود مختار بن گیا۔ صقلیہ

[1] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۰۔

Marfat.com

کے اضطراب انگیز حالات نے قیصرِ روم میکائیل چہارم (۵۲۹ھ) کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے پیشرو بیزنطینی فرمانروا باسل دوم کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرے چنانچہ مذہب کے نام پر عیسائی عوام کو اُبھار کر ایک فوج جمع کر لی اور ایک بیڑا تیار کر کے اپنے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا۔ یہ بیڑا ۲۹ھ میں مسینا پہنچا اور معمولی مزاحمت کے بعد مسینا پر قبضہ کر لیا۔[1]

اس واقعہ کا اثر دولتِ کلبیہ پر بُرا پڑا اور ۴۳۱ھ میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اس پر دولتِ کلبیہ کا صقلیہ سے خاتمہ ہو گیا، مگر شورش پسندوں نے صمصام الدولہ کی بھی جان لے لی اور اس کو قتل کر ڈالا جس کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خانوادۂ کلبیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ حسن بن علی دولتِ کلبیہ کا بانی ہوا، اور صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا حسن کی اولاد میں سے چھیانوے برس تک صقلیہ کے فرمانروا رہے ان کا عہد صقلیہ میں عہدِ زریں تھا۔ اس عہد کی تہذیب و تمدن و علمی ترقی کا اثر یورپ کے بڑے حصہ پر پڑا اسپین کے بعد یہاں کے علمی ذخائر سے اہلِ یورپ نے استفادہ حاصل کیا اس حقیقت سے انکار سفاہت ہے۔

صقلیہ میں طوائف الملوکی

دولتِ کلبیہ کے خاتمہ کے بعد ہر صوبہ کا حاکم کھل کر میدان میں آ گیا

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برطانیکا جلد ۲۵ - ص ۳۳

ادھر بیزنطینی جنرل منکس کے حملے شمالی صقلیہ میں جاری تھے، صرف مضافاتِ سرقوسہ اس کے تصرف میں آگئے لطف یہ ہے کہ صوبے کے حاکموں میں اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور انھوں نے بھی بیزنطینی جنرل کی معاونت کی۔

بلرم میں صمصام الدولہ کے قتل کے بعد شہریوں نے ایک مجلس شورائے حکومت کی قائم کی مگر صوبہ داروں نے ان کی اطاعت نہیں کی

صوبوں کے حکمراں

حکمراں	دائرۂ حکومت
قائد عبداللہ بن منکوت	مازر، طرابنس، شاقہ، مرسی علی
علی بن نعمۃ (یا ابن حواس)	قصریانہ۔ جرجنت۔ قصر نوبو
محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ
ابن کلابی	قطانیہ
مجلس شوریٰ بلرم	بلرم اور اس کے مضافات

ان پانچوں خود مختاروں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ نے بلرم کی طرف پیش قدمی کی، فتنہ پرداز جماعت نے اس کا خیر مقدم کیا اور سب اہلِ بلرم نے اس کو جائز فرمانروا مان لیا۔ ابن ثمنہ نے بلرم کی حکومت ہاتھ میں لے کر قطانیہ کے حاکم ابن کلابی سے دو دو ہاتھ کیے، وہ جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا اور صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی مرکزی حکومت سے ہوگیا۔ ابن حواس اور ابن منکوت کمزور نہ تھے تو ان سے

مساویانہ تعلقات قائم کر لیئے ابن الکلابی کی بیوہ ابن حواس کی بہن تھی جس کا نام میمونہ تھا، زمانۂ عدت ختم ہوتے ہی اس سے نکاح کر لیا[۱]

ابن ثمنہ اور ابن حواس کے اس رشتہ سے ابن ثمنہ کا وقار بڑھ گیا۔ بلرم کی مسجدوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور پھر سے امن و امان کی لہر صقلیہ میں دوڑ گئی۔ یہ صوبہ دار شیعہ تھے، انہوں نے خلافت فاطمی سے بھی انتساب قائم کر لیا، مگر ۴۴۴ھ میں میمونہ اور ابن ثمنہ میں کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی اور یہاں تک بڑھی کہ ابن ثمنہ شراب کے نشہ میں میمونہ کو بہت برا کہنے لگا، جس کا جواب اس نے بھی ویسا ہی دیا۔ اس نے طیش میں آکر اس کے دونوں ہاتھوں کی فصد کھلوا دی خون کا فوارہ جاری ہو گیا، اسی حال میں چھوڑ کر چلا گیا۔ ابن ثمنہ کے لڑکے کو خبر لگی اس نے اطباء کو بلا کر علاج کرایا اور وہ تندرست ہو گئی۔ دوسرے دن میمونہ سے معذرت خواہ ہوا، مگر اس کا دل صاف نہیں ہوا۔ موقعہ پا کر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی اور اس سے تمام حالات کہے وہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اُس نے میمونہ کو بلوایا، ابن حواس نے جانے نہ دیا، ابن ثمنہ جوشِ غضب میں اپنی فوجیں لے کر قصریانہ پہنچا، ابن حواس مقابلہ کے لیے نکلا ابن ثمنہ کو شکست ہوئی وہ قطانیہ کی طرف فرار ہوا قصریانی لشکر تعاقب کرتا رہا ابن ثمنہ کی فوج بہت کام آئی۔ آخرش ابن ثمنہ جان بچا کر مسینا میں داخل ہو گیا یہاں عیسائی حکومت تھی، اس کی پناہ لی۔

---

[۱] ابن خلدون۔ ج ۴ ص ۲۱۰۔

Marfat.com

صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ

مسینا کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کو دیکھ کر نارمنوں کو دعوت دی اس کے بعد ہی ابن ثمنہ مسینا سے کلبریہ (علاقہ اٹلی) روانہ ہوا اور ملیطو پہنچ کر حاکم کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ کو صقلیہ پر حملہ کی استدعا پیش کی۔ اس نے راجر کو صقلیہ کے معاملات سپرد کر دیے۔

تاریخ نارمن

نارمن جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے قزاق پیشہ لوگ تھے۔ ناروے کے رہنے والے تھے۔ شارلمین کے عہد میں فرانس پر حملہ کیا حتیٰ کہ پیرس کو نرغہ میں لے لیا تو برگنڈی ان کو دے دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد ان کا سیاسی وجود تسلیم کر لیا گیا۔ ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہو گئی۔ رئیس نارمن ردالف قدیم بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گیا اور شاہی خاندان کی لڑکی اس کے عقد میں آ گئی۔ غرضکہ ان نارمنوں نے اٹلی کا رخ کیا اور اسلامی علاقہ کو تاراج کر کے اپنی ریاست قائم کر لی ان میں رابرٹ گوسکارڈ اولوالعزم شخص تھا اس کا بھائی راجر تھا جس سے اور ابن ثمنہ سے صقلیہ پر حملہ کرنے کے معاملات طے ہوئے اور رجب ۴۴۲ھ میں دشمن ملک و ملت ابن ثمنہ کی رہبری میں راجر کلبریہ سے فوج لے کر صقلیہ روانہ ہوا[1] اور مسینا پہنچا عیسائیوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور مسینا راجر

---

[1] ابن خلدون جلد ۴ ص ۲۱۱

کے قبضہ میں آگیا اور ابن ثمنہ غدار کے ذریعہ قطانیہ بلا مزاحمت کے راجر کے ہاتھ آگیا۔ پھر قصریانہ کی طرف رُخ کیا اور رسٹائک تک پہنچ گیا۔ غرضکہ ایک بڑا حصہ صقلیہ کے شمالی علاقہ کا اس کے زیرِ اقتدار آگیا۔ ابن حواس نے قصریانہ پر نارمنوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا، قلعہ بند ہوگیا، راجر نے محاصرہ میں وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اکثر قلعے اور شہر جو نگہبانوں سے خالی تھے ان پر قبضہ کر کے صلیبی علم لہرادیے۔ صلحاء و علماء نے مدافعت کی صورت نہیں دیکھی تو وہ اسلامی ملکوں کو ہجرت کر گئے۔ اہلِ صقلیہ نے پھر المعز سے امداد چاہی اُس نے پھر بحری بیڑہ بھیجا مگر قوصرہ کے قریب وہ بھی غرقاب ہوگیا۔
ابن اثیر اور نُویری اس بیڑے کی بربادی کا ذکر حسب ذیل کرتے ہیں:۔

"اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور ہوگیا اور عرب جو عبیدیین کے فرستادہ تھے صنہاجہ کے شہروں پر قابض ہونے لگے اور اسی کے بعد اس وقت فرنگی صقلیہ کے اکثر شہروں پر بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے جن کو روکنے والا کوئی موجود نہ تھا کیونکہ فرمانروائے افریقیہ عربوں سے برسرِ پیکار ہوگیا اور پھر وہ ۴۵۳ھ میں وفات پاگیا"۔

نارمن شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے صقلیہ میں آگے بڑھ رہے تھے، نیز عجلتِ کار کے لیے اٹلی سے مزید کمک طلب کی اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج لے کر ۴۵۳ھ میں صقلیہ پہنچا اور چھوٹے بڑے قلعوں پر قابض ہوگیا۔ اب مسلمانوں کے قبضہ میں جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر،

Marfat.com

طرابنش، ارغوس، نوطس وغیرہ باقی رہ گئے تھے اور بلرم میں نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی۔ اٹلی میں شہر اطرانہ میں مسلم ریاست تھی وہ بھی اس سنہ میں نارمنوں کے قبضہ میں آگئی اور یہاں سے دولتِ اسلامی کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔ مسلمان ہجرت کر کے صقلیہ کے شہروں میں آگئے، جو رہ گئے وہ اسلام کے دائرہ سے نکل گئے۔

تمیم بن المعز بادشاہ صنہاجہ نے مسلمانانِ صقلیہ کی مدد کے لیے اپنے لڑکوں ایوب اور علی کو مع فوج اسلامی کے بھیجا۔ ایوب بلرم ٹھہرا، علی نارمنوں کا راستہ روکنے کے لیے جرجنت چلا گیا۔ ابن حواس نے محل میں ٹھہرایا اور بڑی خاطر کی، ایوب بھی یہیں آگیا۔ دونوں بھائیوں کی آمد سے اہلِ صقلیہ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ انہوں نے ملک کی شیرازہ بندی کرنی شروع کی اور نارمنوں سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے کہ ابن حواس نے وطن اور ملک سے غداری کی۔ مہمانوں سے مڈبھیڑ کر بیٹھا ہر دو طرف کی فوجیں معرکہ آرا ہوئیں جس میں ابن حواس کام آیا۔ اب افریقی اور صقلوی مسلمانوں میں چل گئی ہر دو شہزادے افریقہ جاتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ گئے اعیان و امرائے وقت نے یہ رنگ دیکھ کر ہجرت پر کمر باندھی انبوہِ کثیر صقلیہ کو چھوڑ کر افریقہ آگیا۔[1]

ابن البعباع آخری تاجدار صقلیہ

مسلمانانِ صقلیہ نے اپنا امیر ابن البعباع کو بنا لیا۔ اُس نے نارمنوں

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳

Marfat.com

سے خوب خوب مقابلے کیے۔ دولتِ فاطمیہ مصر نے ۳۶۳ھ میں ایک قاصد ابن البعباع سے خراج کی رقم طلب کرنے کے لیے بھیجا، کیونکہ صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومتِ مصر کو ادا کرتا تھا۔ ابن البعباع نے قاصد سے معذرت چاہی۔ قاصد نے دربارِ مصر کو پیغام پہنچا دیا۔ فاطمی خلیفہ نے ابن البعباع کے خلاف نارمنوں کو لکھ بھیجا کہ صقلیہ کا کل علاقہ تم کو دیا جاتا ہے، تم ہمارے باغی کو نکال باہر کرو۔ یہ تھا عبیدیین کا کارنامہ۔ غرضیکہ فاطمی خلیفہ کے حکم پر غیر مسلم نارمن جنگی بیڑہ لے کر ابن البعباع کو نکالنے بلرم کے ساحل پر پہنچ گئے۔ بلرم کے محاصرہ کی خبر تمام یورپ میں پھیل گئی۔ چنانچہ بقول مسٹر اسکاٹ یورپ کے ہر ملک سے جوق در جوق عیسائی سمندر اور خشکی کی طرف سے بلرم پہنچے اور مسلمانوں کے اس دارالسلطنت کو گھیر لیا۔ ادھر بلرم کے عیسائی نمک حرامی پر آمادہ ہو گئے اور تمام پرانے احسانات کو بھلا کر نارمنوں کے معاون بن گئے۔ اس کے علاوہ فرقہ وارانہ عقائد کو اس موقعہ پر ہوا دی جا رہی تھی۔ مگر ایک جماعت پرستارانِ توحید کی ایسی تھی جو اسلام کے لیے جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے سر بکف تیار تھی۔ چنانچہ ان مسلمانوں نے نارمنوں کا جان توڑ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے بلرم کے محاصرہ کو پانچ ماہ گزر گئے۔ نارمنوں کی ہمت پست ہونے لگی اور محاصرہ سے دست بردار ہونے کو تھے کہ غدار عیسائیوں نے نارمنوں کو خفیہ پیغام بھیجا کہ فلاں فصیل کا رُخ کمزور ہے۔ چنانچہ پوری قوت سے نارمن اس طرف جھک پڑے مسلمانوں کے لیے بچاؤ کا کوئی چارہ کار نہ تھا اُنہوں نے مجبوری

Marfat.com

صلح کی درخواست شرائطِ ذیل کے ساتھ نارمنوں کو پیش کردی تاریخ صقلیہ سے شرائط نقل ہیں :-

(۱) عیسائی حکومت مسلمانوں کو کامل مذہبی آزادی دیگی۔

(۲) بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائینگی۔

(۳) مسلمانوں کے لیے اسلامی قانون نافذ رہیگا۔

(۴) مسلمانوں کے مقدمات مسلمان قاضی فیصل کریگا۔[۱]

نارمنوں نے شرائط منظور کیے، مسلمانوں نے بلرم پر قبضہ دے دیا عیسائیوں نے برجوں، فصیل اور پھاٹکوں پر پرچم اسلامی کے بجائے صلیبی جھنڈا نصب کردیا۔[۲]

بلرم کی تسخیر کے بعد مازر وطرابنش کا رُخ کیا۔ عبداللہ بن منکوت نے اہلِ بلرم کی طرح نارمنوں سے معاملہ کیا اور خود با دیدۂ نم معہ اہل عیال کے افریقہ صنہاجی فرمانروا کے پاس چلا گیا، جہاں فوجی عہدہ پر سرفراز کیا گیا یہ واقعہ ۴۶۴ھ کا ہے۔

غرضکہ صقلیہ سے اسلامی حکمرانی کا خاتمہ اس طرح ہوا۔ ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس نے کیا تھا اور ابن حواس جرجنت میں تیر کا نشانہ بنا ابن البعباع نے بلرم کو نارمنوں کے سپرد کیا۔ اب ابن منکوت نے حکومت سے دستبرداری دے دی۔ نارمنوں کی باہمی تقسیم کی رو سے صقلیہ راجر ٹالمی کے قبضہ میں گیا، اور رابرٹ بلرم اور مسینا میں نصف حصہ کا شریک رہا۔

---

[۱] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۱۴۱۔ [۲] ابن الاثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳

Marfat.com

جر نے خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت کا نظم ونسق درست کیا اور چار
س بعد شمالی صقلیہ کے اہم شہر طبرمین۔ سرقوسہ پر متصرف ہوگیا[۱]۔ اس کے بعد
رجنت (۴۸۱ھ) اور قصریانہ (۴۸۴ھ) لیے۔ یہاں کے مسلمانوں نے خوب خوب
قابلہ کیا، مگر قسمت سے لاچار رہے۔ راجر نے رغوس اور نوطس پر پوری
رت سے حملہ کر کے فتح کر لیے مگر یہ فتح شرائط کی صورت میں بھی جیسی بارم
یں کی گئی۔ بحر روم کے وسیع ترین جزیرۂ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری
فرمانروائی کا ۴۸۴ھ میں خاتمہ ہوگیا اور صقلیہ کے مسلمان عیسائی حکومت
ی رعایا قرار پائے[۲]۔

صقلیہ وجزائر سے مسلمانوں کا اخراج

راجر اول نے پورے صقلیہ پر قبضہ کر لیا اور وہ تنہا فرمانروائے صقلیہ تسلیم کر لیا گیا، تو مسلمانوں کو زیر کرنے کے لیے جنوبی اٹلی ونارمنڈی سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ لا لا کر مسلمانوں کے پہلو میں آباد کیا اس کے ساتھ ہی مذہبِ اسلام کی اشاعت قانوناً ممنوع کر دی اور تمام صنعت وحرفت وتجارت اور معاش کے عام شعبوں سے مسلمانوں کو علیحدہ کر کے عیسائیوں کو سپرد کر دیے[۳] اور زمینداریاں جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں راجر ظالم نے ان سے چھین کر نوآباد عیسائیوں کو سپرد کر دیں۔ مسلمان

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵۹ [۲] ابن اثیر۔ ج ۱۰ ص ۱۳۲
[۳] ابو الفداء۔

Marfat.com

مزدور پیشہ کاشتکار کی حیثیت سے رہ گئے، ذی اثر ومعزز مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ کو خیرباد کہا اور افریقہ، مصر، اندلس میں جاکر اقامت پذیر ہو گئے بہت سے کمزور مسلمان آغوشِ عیسویت میں جاکر بظاہر مصائب سے بچ گئے اور عقبیٰ کو برباد کرلیا۔

بلرم، نوطس، جرجنت میں مسلمانوں کو کچھ آزادی تھی اور وہ ارکانِ مذہب ادا کرسکتے تھے اور مقدمات بھی اسلامی قانون کی رو سے طے ہوتے تھے۔ قصریانہ، سرقوسہ، مسینا وغیرہ میں مسلمان بدتر حالت سے زندگی گزار رہے تھے بلکہ مسینا معزز مسلمانوں سے خالی ہو گیا تھا۔ صرف قلیوں کی حیثیت سے رہ گئے تھے۔ یہ راجر اول نے معاہدہ کا پھل مسلمانوں کو دیا تھا۔ آخرش وہ ۲۲ جون ۱۱۰۱ء/۴۹۴ھ کو مرگیا اور اس کا بڑا لڑکا سائمن جانشین ہوا جو دو برس سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اس کے بھائی راجر دوم نے تخت سنبھالا، یہ ۴۹۹ھ میں تخت نشین ہوا مگر زمامِ حکومت ۵۰۶ھ میں ہاتھ میں لی، اس کی توجہ جنوبی اٹلی کی فتوحات کی طرف زیادہ تھی۔ فرانس اور انگلستان سے معرکہ آرا رہا جس کی وجہ سے بالآخر اُس نے سلطنت کلیسا سے اپنی حکمرانی تسلیم کرالی جس کے بعد سے یہ نارمن فرمانروائے صقلیہ شاہ کے لقب سے متصف ہوا اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا گیا۔

راجر نے راجر اول کے ظالمانہ طریقہ کو روا نہ رکھا بلکہ ملک کی حالت کا جائزہ لیا تو اُس نے اندازہ کرلیا کہ اہلِ صقلیہ یا رومی ملک کو خوش حال

Marfat.com

رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جو لوگ نئے لاکر بسائے گئے تھے وہ اعلیٰ تہذیب و شائستگی سے معرّا تھے، اس نے مسلمانوں کو نوازا اور نظامِ حکومت میں شریک کیا۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں پھر مسلمان در آئے۔ اب مسلمان معزز شہریوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ راجر نے وہی سب مراسم و لوازم بادشاہی اختیار کیے جو سابق مسلمان فرمانروائے صقلیہ کے یہاں جاری تھے۔

مسلمانوں نے حکومت سے کامل اشتراکِ عمل کیا غرضکہ مسلمانانِ صقلیہ نے ملکی نظم و نسق میں برابر کا حصہ لیا بلکہ فوج میں معزز عہدے قبول کر کے نارمن قوت کو دوبالا کر دیا۔ ان دنوں نارمنوں کا بیڑہ بحرِ روم کے تمام بیڑوں میں مضبوط بیڑا بن گیا اور اٹلی کے صوبوں پر تاخت شروع کر دی۔ دوسری طرف بحرِ روم کے اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین چھین کر نارمنوں کے زیرِ علم لانے لگے۔ غرضکہ اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز علاقے نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے۔ مسلمانوں کے اشتراکِ عمل سے راجر دوم نے ۱۱۳۰ء مطابق ۵۲۴ھ میں شاہ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کر لیا اور سلطنتِ کلیسا کی جانب سے اس کی تاجپوشی ہوئی اور راجر دوم کی حکومت نے یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکمرانوں پر تفوّق حاصل کر لیا۔[۱]

راجر دوم ۱۱۵۱ء میں اپنے لڑکے ولیم کے حق میں حکومت سے دستبردار ہو گیا، اور تین برس بعد ۱۱۵۴ء میں فوت ہو گیا۔

---

[۱] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۳۔

ولیم اول کچھ عرصہ باپ کے قدم بقدم چلا مسلمانوں سے حسنِ سلوک روا رکھا، مگر پوپ ایڈرین چہارم کو ولیم کی یہ زندگی پسند نہ تھی، اس نے بغاوت کرادی۔ ولیم نے واقعات کو سمجھ کر پوپ سے صلح کرلی اور مسلمانوں سے تعلقات منقطع کرنے شروع کر دیئے آخر سن اس نے ۱۱۶۶ء میں وفات پائی اور اس کا لڑکا ولیم دوم بر سرِ حکومت آیا۔ اس کی پرورش اسلامی ماحول میں ہوئی تھی، وہ مسلمانوں سے مانوس تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی میں مسلمانوں کو بہت چڑھایا بڑھایا، اس کی زندگی ایک مسلم فرمانروا کے مشابہ تھی

ابن جُبیر اسی کے عہد ۱۱۸۳ء ۵۸۰ھ میں صقلیہ آیا اور چار ماہ مقیم رہا۔ اس جگہ ہم ابن جُبیر کے سفرنامہ سے اس وقت کے حالات نقل کرتے ہیں:۔

"صقلیہ کا فرمانروا علیام (ولیم) ہے جو مسلمانوں کو نوکر رکھتا ہے اور خواجہ سراؤں کو اپنی خدمت میں رکھنا پسند کرتا ہے۔ یہاں کے تمام مسلمان خوف سے اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں۔ ولیم کو مسلمانوں پر بڑا اعتماد ہے وہ ان سے تمام ضروری کاموں میں مدد لیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے باورچیخانہ کا داروغہ بھی مسلمان ہے۔ بہت سے حبشی مسلمان غلام اس کی خدمت میں رہتے ہیں۔ ان پر انہی میں سے ایک افسر ہے۔ خواجہ سرا ہی اس کے مصاحب اور وزیر ہیں اور وہی اس کے درباری اور ارکانِ دولت ہیں اس کی سلطنت کا جاہ وجلال اور زیب وزینت اُنہی سے ہے۔ وہ نہایت فاخرہ لباس پہنتے اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ عیسائی فرمانرواؤں میں حکومت اور جاہ وثروت کے لحاظ سے ولیم کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

Marfat.com

مگر مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کر سکتے اور یہ سب عیش و عشرت ان کے لیے مصیبت ہے۔ مسلمان خواجہ سر اعبد المسیح سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ تم کھلم کھلا مسلمان ہو اور جو کام کرنا چاہو آزادی سے کر سکتے ہو۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے عقیدہ کو چھپاتے اور اپنی جان کا خوف کرتے ہیں ہم اسلام کے فرائض چھپ کر بجالاتے ہیں۔ غلامی کا طوق ہماری گردن میں ہے جزیرہ صقلیہ کے مسلمانوں کا یہ حال سن کر ہم پر رقت طاری ہوئی۔"

مسلمانوں کے قدیم تمدن کا اثر یہاں تک صقلیہ کے عیسائیوں پر تھا کہ عیسائی عورتیں مسلمان عورتوں کا لباس اور زیور پہنتی تھیں۔

ایک افسوسناک حال یہ بھی ہے جو ابن جبیر نے لکھا ہے کہ یہاں کے مسلمان اب عیسائی ہونے کو مسلماں رہنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ غرضکہ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی۔

ولیم ثانی کے مرنے کے بعد ٹانکرڈ صقلیہ کا حکمران بنا ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء میں تاج پوشی ہوئی۔ شہنشاہ ہنری ششم سے اس کی جنگ چھڑ گئی۔ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ ۱۱۹۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا ولیم ثالث جانشیں ہوا تو اس کو بھی ہنری ششم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ہنری راجر اول کا داماد تھا۔ چنانچہ وہ اٹلی میں داخل ہوا نارمنوں کے مقبوضات الیطالیہ و صقلیہ کا بآسانی مالک بن بیٹھا۔ ولیم ثالث نے اپنا تاج اس کے سپرد کر دیا مگر پھر بھی ہنری نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ہنری ششم شہنشاہ جرمنی فریڈرک اول کا لڑکا تھا۔ اس نے صقلیہ کی عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی حالت کو سدھار دیا۔ کچھ عرصہ رہ کر جرمنی چلا گیا اور اپنی بیوی کو انتظام ملک سپرد کر گیا۔ مگر پاپائے اعظم اور مقدس راہبوں نے صقلیہ کے نصرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا چنانچہ ہر دو میں جنگ چھڑ گئی۔ کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے حکومت نے عیسائیوں کی معاونت کی مسلمان یہ رنگ دیکھ کر بلرم وغیرہ سے نکل کر جنگلوں میں جا بسے اور اپنی منتشر قوت کو یکجا کیا اور پہاڑوں پر قلعہ بنالئے اور شہر کے نصرانیوں اور حکومت کی فوجوں پر موقع پاکر جارحانہ حملے کرتے رہے تیس سال تک یہ عمل رہا۔ اس اثنا میں ہنری ۱۱۹۷ء میں مرگیا، اس کا لڑکا فریڈرک جانشین ہوا اس نے مسلمانوں سے مصالحت کرلی اور ان کو بلرم اور سیرا میں آباد کیا۔ ادھر دولتِ حفصیہ افریقہ کے حکمراں سلطان ابوزکریا یحییٰ کے فریڈرک دوم سے دوستانہ مراسم ہوگئے جس کی وجہ سے مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ حکومت کا سلوک پہلے سے کچھ غنیمت رہا۔ سلطان ۶۴۷ھ میں راہیِ ملک بقا ہوا تو نصرانیوں نے بلرم کے مسلمانوں کو تہِ تیغ کرنا شروع کیا تو مسلمان جان بچا کر پھر جنگلوں میں چلے گئے مگر فریڈرک کی فوج نے گھیرا ڈال کر ان کی راہیں مسدود کردیں آخر ش انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ فریڈرک نے تمام بقیہ صقلوی مسلمانوں کو سرزمین صقلیہ سے جلاوطن کردیا، یہ لوگ (بوجارہ) نوسیرا جاکر آباد ہوگئے۔[1]

---

[1] ابن خلدون ج ۶ ص ۲۸۰۔

Marfat.com

فریڈرک ظالم نے صقلیہ سے مسلمانوں کو نکال کر مالٹا کے مسلمانوں کو بھی جلاوطن کر دیا وہ بھی نوسیرا آ گئے۔ ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے۔

> فریڈرک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب پولیا کے شہر نوسیرا میں منتقل کر دیے گئے[۱]

نوسیرا اٹلی کا علاقہ تھا، یہ مسلمانانِ صقلیہ کا سب سے آخری خواب گاہ رہا۔

غرضکہ چارلس دوم نے سابقہ حکومت سے بڑھ کر ظلم مسلمانوں پر توڑے۔ نوسیرا کے مسلمان جبریہ عیسائی بنائے گئے۔ ۱۳۰۰ھ میں اس علاقہ سے بھی اسلام رخصت ہو گیا۔ بہرحال مسلمانان صقلیہ کا حسرتناک انجام یہ ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے اسلاف نے یورپ میں اپنی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی اشاعت کی، ان کے جہل کو دور کیا مگر اس احسان کا بدلہ ان کے اخلاف سے ننگِ انسانیت علمبرداران نصرانیت نے یہ لیا کہ اہل صقلیہ پر طرح طرح کے ظلم توڑے اور ان کو گھر سے بے گھر کیا ان کے علمی آثار مٹائے حتیٰ کہ قبریں تک کھدوا دیں، تاکہ نام و نشان بھی ارضِ صقلیہ پر مسلمانوں کا نہ رہے۔

نوٹ: چارلس دوم شاہ فرانس لوئی نہم کا بھائی تھا۔ پوپ اربن چہارم نے ۱۲۶۱ء میں صقلیہ کا تاج و تخت منفرڈ جرمنی سے چھین کر چارلس کو عطا کیا۔

فریڈرک نے کانرڈ چہارم کے لیے وصیت نامہ لکھ دیا تھا کہ جرمنی اور صقلیہ کا بادشاہ میرے بعد ہو۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ حکمرانی کر کے وہ ۱۲۵۴ء میں مر گیا۔ اس کا جانشین (باقی برصفحہ ۱۲۴)

[۱] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ...

Marfat.com

دولتِ فاطمیہ پر ایک نظر

دولتِ فاطمی کا سب سے پہلا حکمران ابو محمد عبید اللہ مہدی بن محمد ہوا۔ اس حکومت کے قیام میں صرف ابو عبد اللہ یمنی اور ابو العباس شیعی کی جان توڑ مساعی کو زیادہ دخل ہے۔ ورنہ محمد عبید اللہ مہدی اور اس کے بیٹوں کی زندگی کا خاتمہ سجلماسانہ (افریقہ) کے قید خانہ میں ہو چکا تھا۔ جہاں امیر سجلماسانہ یسوع نامی نے ابو نصر زیادۃ اللہ اغلبی کے اشارہ سے بحکم خلیفہ عباسی ان کو قید کر دیا تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی کہیے یا دنیائے سیاست کا ظالمانہ اور تباہ کن اصول کہ اس مہدی نے اپنے ان دونوں محسنوں کو اقتدار ملنے کے بعد بقول ابن اثیر و ابن خلکان اس شبہ میں کہ وہ مہدی کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے تھے ۲۹۸ھ مطابق ۹۱۰ء میں قتل کر دیا۔ غرضکہ مہدی نے ابتدائً اپنا پائے تخت "رقادہ" قرار دیا۔

عبید اللہ مہدی نے اپنی حکمرانی کے سات سال بعد بقول ابو الفدا ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۵ء میں اپنے پائے تخت کو ساحل کے متصل ایک چھوٹے سے جزیرہ میں منتقل کر کے اس کا نام "مہدیہ" رکھا اور اس کو ہر طرح سے مکمل اور مستحکم کیا اسی عرصہ میں مہدی نے ۳۰۲ھ مطابق ۹۱۴ء میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۳) دو سالہ بچہ کا زیدطین ہوا۔ مگر اس کے سوتیلے چچا مینفرڈ نے حکمرانی ہاتھ میں لی جس نے مسلمانوں کی معاونت سے پوپ اربن کو شکست دی۔ یہی وجہ تھی کہ پوپ نے چارلس پر عنایت مبذول کی۔

Marfat.com

اسکندریہ پر اپنے لشکر سے حملہ کیا لیکن مقتدر باللہ کی فوجوں نے جو اس کے مشہور خادم مونس کے زیرِ قیادت تھیں، شدید نقصان سے اس کو پسپا کیا۔ اس حملہ کے چار سال بعد ۳۰۶ھ مطابق ۹۱۸ء میں مہدی نے پھر مصر پر حملہ کیا اور اپنے بیٹے قائم کی قیادت میں ایک زبردست فوج سمندر کے راستہ سے روانہ کی جس نے ابتداءً اسکندریہ پر قبضہ کر لیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مقتدر باللہ کی کمک پہنچنے کے بعد مونس خادم نے قائم کو شکستِ فاش دی۔ اس شکست کے بعد پھر مہدی نے مصر پر حملہ کی جرأت نہ کی اور مہدیہ میں رہ کر بحیرۂ روم کے جزائر صقلیہ وغیرہ پر حکمرانی کرتا رہا۔ چوبیس سال حکمرانی کے بعد ۳۲۲ھ میں بعمر تریسٹھ سال بعہدِ راضی باللہ عباسی اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد الملقب بہ قائم بامر اللہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔

قائم نے تخت نشینی کے ایک سال بعد بحری راستہ سے اٹلی کے مشہور ساحل جنیوا پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اس کی تخت نشینی کے گیارہ سال بعد مراکو کے قبیلہ "زناتہ" کے ایک شخص ابویزید خارجی نے قیروان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ جملہ مسلمان کافر اور ان کا مال اور خون حلال۔ مرکزیت کے فنا ہو جانے کی وجہ سے چونکہ افریقہ اس وقت ایک حد تک طوائف الملوکی کے دور سے گزر رہا تھا اس لیے ابویزید خارجی کو اپنے مسلک میں کامیابی ہوئی۔ اور اس نے ایک بڑی جماعت منظم کر کے قائم پر حملہ کر دیا اور ٹیونس، قیروان اور رقادہ پر قبضہ کر لیا اور قائم "مہدیہ" میں محصور ہو گیا۔ اسی زمانہ جنگ و جدال اور حصار میں قائم کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

اور اس کا بیٹا اسمٰعیل منصور باللہ ۳۳۴ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے ابو یزید کا پیچھا کر کے آخر کار ۳۳۶ھ میں اس کا خاتمہ کیا، اور ملک کو اس کی لعنت سے بچایا۔ منصور باللہ کا بعمر انتالیس سال ۳۴۱ھ میں سات سال حکمرانی کے بعد انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا بعمر چوبیس سال ابو تمیم محمد الملقب بہ معز الدین باللہ تخت نشین ہوا۔ بنو فاطمہ کا یہ پہلا حکمراں تھا جس نے خلافت پر لوگوں سے بیعت لی۔ بنو عباس کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر معز الدین نے اپنے صقلی غلام جوہر کی قیادت میں لشکر اور بیڑا تیار کر کے اپنے پردادا کی ڈالی ہوئی داغ بیل کی تکمیل کی اور ۳۵۸ھ و ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء و ۹۷۰ء میں نہ صرف پورے مصر پر قبضہ کیا بلکہ شام بھی فتح کر لیا اور جس طرح قاہرہ کی مسجد جامع ابن طولون میں اپنا خطبہ پڑھوایا اسی طرح جامع مسجد دمشق میں بھی کیا۔ اب ان دونوں صوبوں سے بنو عباس کا گویا نام بھی گیا۔

علویہ حکومت میں گویا یہ پہلا شخص تھا جس نے توسیع حکومت کے بعد ہی نہ صرف خلیفہ کا لقب اختیار کیا بلکہ مہدیہ کو چھوڑ کر مصر چلا آیا۔ اور قاہرہ کو پایۂ تخت قرار دیا۔ جہاں بقول ابو الفدا بتاریخ ۵ رمضان ۳۶۵ھ مطابق ۹۷۵ء داخل ہوا اور افریقہ (ٹیونس) طرابلس الغرب اور صقلیہ کو صوبجات قرار دے کر ان پر علی الترتیب بربری قبیلہ صنہاجہ کے مشہور اشخاص بلکین بن زیری۔ عبداللہ بن مخلف کتامی اور ابو القاسم بن الحسن کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد سے یکے بعد دیگرے دس خلیفہ عزیز، حاکم، ظاہر، مستنصر، مستعلی، عامر، حافظ، ظافر، فائز، عاضد تختِ خلافت مصر پر بیٹھے

اس طرح بنو فاطمہ کے چودہ حکمراں ہوئے جنہوں نے ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ تک دوسو بہتر سال حکمرانی کی۔ ابتدائی محض امیر کہلائے، البتہ چوتھے حکمراں معزالدین باللہ سے خلافت کا سلسلہ چلا۔ جو ۵۶۷ھ میں عاضدالدین باللہ کے خاتمہ سے چند روز پہلے ہی سے ختم ہوگیا تھا۔ کیونکہ بقول ابوالفداء صلاح الدینؒ نے مصر کی وزارت کے بعد سلطان نورالدین والیِ دمشق کے حکم سے محرم ۵۶۷ھ سے پہلے جمعہ کو تمام مساجدِ مصر میں خلیفہ مستضی باللہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور عبیدیہ یا بنو فاطمہ کا خطبہ مسدود کیا۔ بنو فاطمہ کے آخری خلیفہ عاضدالدین باللہ کے حالاتِ زندگی کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے ابن خلکان راوی ہے۔

"بنو فاطمہ کے ابتدائی حکمراں نے علمائے وقت سے درخواست کی کہ وہ خلفائے بنو فاطمہ کے لیے چند موزوں القاب لکھ دیں۔ تاکہ ہر خلیفہ ان القاب میں سے کسی ایک لقب کو اختیار کرتا رہے۔ چنانچہ انہوں نے چند القاب لکھ دیے۔ انہی میں عاضد بھی تھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ یہ لقب آخری خلیفہ نے اختیار کیا۔ لغت میں اس کے معنے توڑنے والے کے ہیں۔ گویا حکومت کو توڑنے والا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حکومت پاش پاش ہوگئی۔

خلفائے فاطمیہ

۲۹۷-۵۶۷ھ

عبیداللہ المہدی ۲۹۷ قائم ۳۲۲ھ

منصور	۳۳۴	مستعلی	۴۸۷
معز باللہ	۳۴۱	آمر	۴۹۵
عزیز	۳۶۵	حافظ	۵۲۴
حاکم	۳۸۶	ظافر	۵۴۴
ظاہر	۴۱۱	فائز	۵۴۹
مستنصر	۴۲۷	عاضد الدین باللہ	۵۵۵-۵۶۷

بقول ابن خلکان عاضد الدین باللہ کا دوشنبہ ۱۱ محرم ۵۶۷ھ کو انقطاعِ خطبہ کے تیسرے روز انتقال ہوگیا اور صلاح الدین سلطان نور الدین والیٔ دمشق کی طرف سے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ اس کے دو سال بعد ۵۶۹ھ میں جب سلطان نور الدین کا انتقال ہوگیا تو صلاح الدین دمشق وغیرہ کا بھی حکمراں ہوگیا۔ اور اس طرح سلطان صلاح الدین کے لقب سے ملقب ہوا۔

بقول ابن خلکان سلطان صلاح الدین کے جنگی کارناموں کے ساتھ ساتھ علمی کارنامے بھی بے شمار ہیں۔ علاوہ ان مدارس اور اوقاف کے جو سلطان نور الدین نے دمشق وغیرہ میں جاری کیے تھے، سلطان صلاح الدین نے مصر کو جامع العلوم بنا دیا تھا۔ بنو فاطمہ کے حکمرانوں نے جتنی زیادہ اس طرف سے غفلت برتی تھی اسی قدر اس نے اس طرف توجہ کی اور بہت سے مدارس اور اوقاف اور شفاخانجات مختلف ناموں سے مصر و نیز بیت المقدس میں قائم کیے لیکن کسی کو اپنے نام سے منسوب نہیں کیا۔ فی الحقیقۃ

خفیہ صدقہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو اپنی ذاتی شہرت کا خیال مطلقاً نہیں تھا۔ بلکہ خدمتِ اسلام وانسان اس کا مسلک تھا۔ اپنے عروج اور اپنی خود مختاری کے بعد وہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن بقول ابن خلکان:

"مرنے کے بعد اس سلطان کے ذاتی خزانے میں سوائے سینتالیس درہم کے نہ سونا تھا نہ چاندی تھی۔ بوقتِ موت اپنے وارثوں کے لیے نہ کوئی مکان چھوڑا، نہ باغ، نہ زمین نہ جاگیر"

مفصل حالات تاریخ ملت حصہ ہفتم (تاریخ مصر) میں لکھے جا چکے ہیں۔

عہد کلبیہ

اغالبہ کے زوال کے بعد فاطمیوں کا دور صقلیہ پر آیا جس میں اشاعتِ اسلام اور فتوحات کا دائرہ محدود ہو کر رہ گیا۔ افریقہ میں فاطمیوں نے جو ظلم و جور دوسرے فِرَقِ اسلامیہ پر روا رکھے تھے انہی کا اعادہ صقلیہ میں بھی روا رکھا۔ شیعیت کو بہت کچھ پھیلانا چاہا مگر عوام میں مقبولیت نہیں ہوئی۔ البتہ قاضی، مفتی معزول کر دیے گئے۔ مذہبی تشدد خوفناک طریقہ پر تھا۔ افریقہ میں خلفائے بنی فاطمہ کے وُلاۃِ صقلیہ نے علماء و اصحاب فضل ابوالقاسم طرزی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن بطریقہ کو کوڑے لگوائے، ابنِ بذیل اور ابراہیم بن بردوم کو تہ تیغ کیا گیا۔ قلعوں اور مسجدوں میں جو

بانیوں کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفائے فاطمی کے نام لکھے گئے مگر شیعیت صرف حکام اور ولاۃ تک محدود تھی، عوام سب حنفی و مالکی، مذہب کے ماننے والے تھے، البتہ یہ ہوا کہ اسلامی گرفت ڈھیلی ہوگئی اور پہلا سا شغف باقی نہ رہا۔

مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ میں اہلِ عرب اور بربر قوم کا ورود ۲۱۲ھ سے شروع ہوا جب صقلیہ کا علاقہ زیرِ نگین آتا گیا قبائلِ عرب، قریش، بنو کندہ، بنو فہر، بنو حنظلہ اوس و خزرج اور افریقہ کے بربر آکر مقیم ہوتے رہے۔ بنو تمیم، بنو کلب فرمانروا خاندان کی حیثیت سے ممتاز تھے انہیں میں اکابر علماء بھی تھے۔ عرب کے دیگر قبائل ربیعی۔ بکری۔ ودانی سہمی، معافری، کنانی، لخمی، قیسی یہاں آکر آباد ہوتے گئے۔ بربر میں بنو کتامہ، بنو طرزی۔ ان کے علاوہ موالی اور نو مسلم صقلین تھے۔

عربوں کی تہذیب و تمدن کا اثر نو مسلم صقلین پر بھی پڑے بغیر نہ رہا وہ بھی اسلامی خوبیوں سے متصف ہوگئے اسلامی آبادی زیادہ تر بلرم دارالحکومت میں تھی یہی وجہ تھی کہ بلرم صقلیہ میں مثل قرطبہ و غرناطہ کے تھا۔ کثرت سے مساجد، حمام، مدارس، محلات یہاں مسلمانوں نے تعمیر کیے تھے یہ پُر رونق شہر بن گیا تھا۔

دارالحکومت

بلرم صقلیہ کا شیراز تھا شہر کی محلہ وار تقسیم تھی۔ سرکاری عمارتیں، جداگانہ دفاتر امراء کے عالی شان محل، مکانوں کے اردگرد چمن بندیاں، نزہت بخش فوارے، مرمریں و سنگِ رخام کی سڑکیں پُر رونق بازار، کثرت سے نہریں تھیں جو بڑی عمارت کے خانہ باغ میں سے گزرتی تھیں۔ ہوٹل، حمام جا بجا، کثرت سے مساجد جن میں سے تین سو مشہور تھیں۔ جامع مسجد بڑی شاندار تھی۔ قصر سعد، قصر جعفر خوبصورتی کے اعتبار سے لاجواب محلات تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے امراء کے اور وُلاۃ کے محلات تھے

بلادِ صقلیہ

بلرم۔ یہ دارالحکومت تھا اور مثل قرطبہ کے تھا۔

شرمہ۔ بلرم سے ۲۵ میل جانب جنوب تھا زرعی و تجارتی حیثیت تھی۔

شغادی۔ شرمہ سے ۲۵ میل پر آباد تھا اردگرد پہاڑ سے محیط ہے۔

مسینا۔ بلرم کے بعد دوسرا مرکزی شہر تھا یہ بڑی بندرگاہ تھی۔

طبرمین۔ کوہِ آتش فشاں کے دامن میں تھا یہاں سونے کی کان تھی۔

قطانیہ۔ یہ تجارت کی بڑی منڈی تھی۔

لیاج۔ کوہِ آتش فشاں کے مشرق میں تھا۔

Marfat.com

لینتنی۔ سمندر سے چھ میل تھا۔
سرقوسہ۔ جنگی قلعہ تھا یہ علما کی بستی تھی۔
شکلہ۔ ساحلِ سمندر سے ۳ میل تھا، تجارتی جگہ تھی۔
الموص۔ شکلہ سے ۱۳ میل پر واقع تھا۔

بثیرہ۔
لنباذہ۔
شاقہ۔ جرجنت سے ۲۵ میل ساحل پر آباد تھا۔
مازر۔ صقلیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور صقلیہ کا نقطۂ اتصال تھا۔
طرابنس۔
قلعہ اوبی۔ ساحل کا اوسط درجہ کا شہر تھا۔
جرجنت۔ ساحل سے تین میل پر تھا، شہر آباد اور پُر رونق تھا۔
نوطن۔ سمندر سے ۸ میل پر آباد تھا یہاں زراعت وصنعت وحرفت ترقی پر تھی۔
قصر بانہ۔ یہ رومیوں کی یادگار سے ہے۔
علقمہ۔ بلرم اور طرابنس کے راستہ پر تھا۔

Marfat.com

عُلمائے صقلیہ

صقلیہ کا علمی دور

صقلیہ یونان اور رومیوں کے عہد میں بھی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے مگر مسلمانوں کے ورودِ مسعود سے پہلے ہی تمام آثارِ علمیہ مٹ چکے تھے جہالت کا عمل دخل تھا، عیسائی علماء اور اساقفہ اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو جاہل بنائے رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے قدم پہنچتے ہی علم کی روشنی پھیلنے لگی بڑے بڑے علماء عالمِ اسلامی سے یہاں آگئے، اُنہوں نے علومِ قرآن، حدیث، فقہ اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، کلام، مناظرہ، مغازی، تاریخ و رجال، صرف و نحو، ادب و لغت اور طب کی عام اشاعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ صقلیہ میں اصحابِ فضل و کمال کثرت سے پیدا ہوئے اس جگہ انہی اساطینِ علم کے حالات مختصراً تحریر کیے جاتے ہیں۔

تذکرۂ اربابِ فضل و کمال

ابن الحکار شیخ ابو حفص بن عبد النور المعروف با بن الحکار اپنے وقت کے جید عالم تھے، قاضی عیاض کو ان کے علم و فضل کا اعتراف ہے اور ابن قطان نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔ شرح المدونہ، انتقاد علی التونسی فی الف مسئلہ مختصر کتاب التمامات آپ کی یادگار سے ہیں

Marfat.com

ابن صاحب الخمس ابو محمد مختلف علوم میں دستگاہ تھی۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد معافری جو قاضی عیاض کے اُستاذ تھے ان سے تلمذ رکھتے تھے۔ علم حدیث کی اشاعت آپ سے صقلیہ میں خوب ہوئی اس کے علاوہ اصولِ فقہ و فرائض میں ملکۂ خاص تھا، امام سمجھے جاتے تھے مگر فتویٰ دینے میں محتاط تھے۔

ابن ابی الفرج ذکی مازری، پورا نام شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفرج ذکی تھا، فقہ علمائے مازر سے حاصل کی، قیروان جا کر قلعہ بنی حماد میں قیام کیا ابوالقاسم سیوری اور علامہ خرقی سے بقیہ علوم کی تحصیل کی، درس و تدریس شغل تھا ابوالفضل ابن نحوی قاضی ابو عبداللہ بن داؤد تلامذہ میں سے تھے۔ علومِ ادب و کلام میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ کتاب تعلیق و رسالہ اعتراضات بر فتاوی سیوری یادگار سے ہیں

ابن حجر۔ ابو زید عبدالرحمٰن بن علی بن محمد قرشی معروف با بن حجر، ساتویں صدی کے فقہائے صقلیہ سے تھے قیام بجایہ میں تھا۔ ابتدائی علوم تحصیل کر کے افریقہ گئے۔ ابو زید عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن حداد تونسی سے علم فقہ حاصل کیا نحو و لغت میں بڑے ماہر مشہور تھے، بجایہ میں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، طبعی عمر پا کر وصال ہوا۔

ابن حیون شکلی کا پورا نام الحاج الخطیب ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن حیون شکلی، فنِ فقہ کی تحصیل کے بعد مراکش گئے شیخ الاسلام کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ صقلیہ میں آپ کی ذات سے علوم اسلام کی بڑی

Marfat.com

اشاعت ہوئی، فقہ کو بڑا فروغ ہوا۔ ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

ابن المودب عبداللہ بن ابراہیم بن مثنیٰ طوسی، اصل وطن قیروان تھا۔ علم ادب حاصل کرکے والی صقلیہ ثقۃ الدولہ کی علماء پروری سن کر وطن سے صقلیہ آیا اور ثقۃ الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوا، مگر اس کی قدردانی کچھ نہ ہوئی جس پر اس نے اس کی ہجو لکھ ڈالی آخر خارج البلد کر دیا گیا۔

ابن کلاعی ابوالعباس احمد بن کلاعی فقیہ علم ادب کا متبحر عالم تھا، اور اس کے ساتھ ذوق شاعری رکھتا تھا بقیہ احوال میسر نہ آسکے۔

ابن فہام مقری علم نحو کا بڑا ماہر تھا ابن ناشاد نحوی سے تلمذ اختیار کیا تھا، اس کی تالیفات نحو میں تھیں۔ علمائے نحو میں خاص شہرت تھی۔

ابن رشیق ابوعلی حسن بن رشیق۔ وطن اصلی قیروان تھا مگر تمام عمر صقلیہ میں گزار دی۔ کتاب العمدہ آپ کی بہترین یادگار ہے اس کے علاوہ کتاب الشذوذ فی اللغۃ، میزان العمل، الروضہ الموشیہ، کتاب المساوی۔ مختصر الموطا، المودج اللغۃ، تاریخ قیروان، دیوان ابن رشیق۔ یہ کتابیں اس کی تالیفات سے ہیں۔ ابن رشیق نے مازر میں ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوا[1]

ابن القطاع۔ ابوالقاسم محمد بن علی معروف بابن القطاع۔ یہ زیادۃ اللہ بن محمد الاغلب والی افریقیہ کی اولاد سے تھا جب اس کے اسلاف سے حکمرانی گئی تو ابن القطاع کے جد افریقیہ سے اسپین چلے گئے پھر یہ خاندان

---

[1] طبقات الشعراء

Marfat.com

صقلیہ منتقل ہوگیا، اغلبی خاندان فرمانروائی کے ساتھ علم وفضل سے دلی لگاؤ رکھتا تھا۔

ابن القطاع ۱۰ صفر ۴۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ صقلیہ میں علم ادب کا چرچا تھا، ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی سے تمام اصنافِ ادب کی تحصیل کی اور خود ذاتی مطالعہ سے لغت و نحو میں صاحبِ کمال ہوئے۔ جوہری کی مشہور کتاب صحاح اپنے استاذ سے پڑھی تھی اور اس کی ترویج میں سرگرم سعی کی، ابن خلکان کہتا ہے:۔

"وہ مشہور علماء میں سے تھا، ادب میں ید طولی رکھتا تھا، ائمہ ادب خصوصاً اہلِ لغت میں سے ایک تھا اور علم نحو میں نہایت درجہ بلند رتبہ رکھتا تھا۔"

نارمنی غلبہ سے وطن سے نکل کر مصر گیا، الامر باحکام اللہ فاطمی (۴۹۵۔ ۵۲۴) کا زمانہ تھا۔ اس کے وزیر افضل بن امیر الجیوش بدر الجمالی نے اپنے لڑکے کی اتالیقی پر مامور کیا۔ حواشی صحاح جوہری۔ کتاب الافعال، کتاب الاسماء کتاب الابنیہ، کتاب السیف، کتاب القصار و اسمائہم وصفاتہم، کتاب العروض۔ یہ کتب اس کی یادگار ہیں ۱ ماہ صفر ۵۱۵ھ میں انتقال کیا۔[1]

ابن السوسی۔ اصل نام عثمان بن عبدالرحمن تھا عبدالرحمن مالٹا میں قیام پذیر تھے وہیں ابن السوسی پیدا ہوئے وہیں علوم کی تحصیل کی ادب اپنے والد سے حاصل کیا پھر بلرم آگئے اور ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے شعرو

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۰۵۔

Marfat.com

شاعری میں معقول درک تھا۔

ابن حمدیس سرقوسی۔ نام ابو محمد عبدالجبار بن ابوبکر بن حمدیس ازدی تھا۔ ۴۴۷ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت صقلیہ میں پائی بچپن سے شعر گوئی سے شوق تھا، اس کے کلام کی شہرت صقلیہ سے نکل کر مصر اور اندلس تک پہنچی یہاں نارمنوں کا اقتدار رکھتا اپنے باپ کو صقلیہ میں چھوڑ کر ۴۷۱ھ میں افریقہ چلا گیا، یہاں عربی علم ادب میں کامل مہارت پیدا کی اور اندلس چلا گیا اور المعتمد شاہ اشبیلیہ کے دربار سے منسلک ہوگیا اور اس کی شان میں مدحیہ قصائد وائیہ، زائیہ، لامیہ مشہور ہیں۔ پھر ۴۸۳ھ میں افریقہ چلا آیا۔ پھر مورقہ میں قیام کیا، یہیں ۵۲۵ھ میں انتقال کیا۔

ابن بشرون صقلی۔ علم ادب و انشا میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ یہ نارمنوں کے زمانہ میں دیوان الرسائل والانشا کا افسر اعلیٰ تھا۔ راجر دوم کی شان میں مدحیہ شعر کہے، راجر اس کی بڑی قدر کیا کرتا تھا یہیں وفات پائی۔

ابن قلاقس۔ نام ابوالفتوح نصراللہ بن عبداللہ بن مخلوف اصل رہنے والا مصر کا تھا۔ ابن قلاقس عربی علم ادب کا بڑا ماہر اور شعر و سخن میں نامور تھا۔ ۵۶۲ھ میں صقلیہ آیا قائد ابوالقاسم بن الحجر کے دامنِ دولت سے وابستہ ہوگیا۔ یہیں عمر گزار دی۔

ابن الحجری۔ قریہ بجایہ میں قیام تھا، فقہائے صقلیہ میں شمار ہے، علم نحو و لغت کے ماہر حکومت کی طرف سے بجایہ میں عہدہ دار تھے یہیں وصال ہوا۔

Marfat.com

ابن الکوفی ۔ نام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الجبار تھا۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا، فقیہ تھے، ان کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے۔ صاحبِ فتویٰ تھے۔ اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

ابن القابلہ۔ صقلیہ کے متقدمین فقہاء سے تھے۔ دیگر حالات زندگی پر پردہ پڑا ہے۔

ابن المعلم۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن علی۔ علم نحو و لغت کا عالم تھا تعبیر رویا میں اس کی شہرت تھی ۲۵۳ھ میں انتقال ہوا۔

ابن یونس۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن یونس تمیمی علم فرائض کے امام مشہور ہیں، ان کے اساتذہ میں قاضی ابوالحسن الحصائری، عتیق بن الفرضی۔ ابن ابی العباس ہیں۔ فقہائے صقلیہ میں ممتاز گنے جاتے تھے۔ ابن فرحون کا بیان ہے "فقیہ امام اور علم فرائض کے ماہر تھے" علمی خدمت کے سوا فوجی خدمات میں بھی پیش پیش تھے، علم فقہ میں کتاب شرح مدونہ پر مفید اضافہ کیا ہے، دوسری کتاب فرائض میں تھی۔ ۲۰ ربیع الاول ۴۵۱ھ میں وفات پائی۔

ابن ظفر۔ علم ادب و نحو و لغت میں ماہرِ کامل، شعر و سخن میں صاحبِ کمال تھے۔ ان کی متعدد کتب سلوان المطاع فی عدوان الطباع۔ ملیح اللغۃ، کتاب المسفریہ، کتاب التعقیب، کتاب اوہام الغواص فی اتہام الخواص، کتاب الاشتراک اللغوی والاستنباط المعنوی، کتاب الاشارہ الی علم العبارہ، کتاب القواعد والبیان، کتاب نصائح الذکری، کتاب

Marfat.com

ریاض الذکریٰ، کتاب الحوذ الواقیہ والعوذ الراقیہ، کتاب الجد والعواقب ۔ کتاب مالک الاذکار فی مسالک الافکار وغیرہ یادگار سے ہیں ۵۶۵ھ میں وفات پائی ۔

ابوبکر بن عقال صقلی محدث اساتذۂ حدیث میں شیخ ابوبکر محمد النعالی متوفی ۳۸۰ھ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد (۳۹۲ھ) تھے ۔ ابوبکر صقلی ابوالقاسم کے معاصر تھے ۔ ابوعبداللہ محمد بن عباس انصاری نے ان سے علم حدیث حاصل کیا

ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر تمیمی لغوی علم حدیث کے لیے مصر وغیرہ کا سفر کیا، ابوذر عبد بن احمد ہروی صالح بن رشدین مصری وغیرہ سے علمِ حدیث کی تحصیل کی، وطن لوٹ کر درس جاری کیا، ابن القطاع کے ارشد تلامذہ سے تھے ۔ ۴۶۰ھ تک بقید حیات تھے [1]

ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمنطاری ۔ عالمِ اسلامی کی سیاحت کی، علمِ حدیث سے شغف تھا، علماء اور صوفیہ کی صحبتیں اٹھائیں، واپسی پر تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا، فقہ و حدیث میں عمدہ تالیفات کیں ۔ ۲۲ ۔ ربیع الآخر ۴۶۴ھ میں وصال ہوا ۔

ابوبکر بن محمد سابق ۔ مکہ گئے ایک محدثہ کریمہ بنت احمد مروزی سے بھی حدیث کی تحصیل کی پھر اندلس گئے ۔ غرناطہ میں اقامت اختیار کرکے وہاں درس جاری کیا ۔ ابوبکر بن غلطہ اور ابوالحسن علی بن احمد مقری وغیرہ نے ان سے

---

[1] اخبار الحکماء، قفطی

Marfat.com

علمِ حدیث حاصل کیا سنہ ۲۷۳ھ میں مصر میں انتقال کیا۔ امام مالک کی موطا کی شرح المسالک کے نام سے ان کی یادگار ہے

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ تمیمی حدیث کی تحصیل کے لیے عراق کا سفر کیا۔ عبداللہ بن محمد مبارکی اور حفص بن عمر سے تلمذ اختیار کیا۔ تلامذہ ابو علی حسین اور ابوالحسن القفنی اور تصوف شیخ الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ ابوالحسن نوری سے حاصل کیا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ابوبکر صقلی فرضی مالکی شیخ الحدیث تھے، قابسی ان کے شیخ الحدیث ہیں سمنطاری اور ابن یونس متوفی سنہ ۴۵۱ھ تلامذہ سے ہیں۔ اس کے علاوہ علم فرائض میں بڑا درک رکھتے تھے۔

ابوبکر ابن العباس۔ علوم کی تحصیل ابومحمد بن ابی زید سے کی صقلیہ کے فقیہ اعظم تھے، ان کے شاگرد فقہ میں ابوبکر بن یونس متوفی سنہ ۵۴۱ھ تھے۔

ابوبکر بن محمد بن حسن بن علی ربعی فقہائے قریہ جرجنت سے تھے۔ فن فقہ علمائے عصر سے تحصیل کر کے افریقہ گئے اسکندریہ میں قیام کیا وہیں سنہ ۵۳۲ھ میں انتقال کیا۔

ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعلم صوفی شیخ ابویونس نصیر المتعبد (۴۰۳ھ) کے حلقہ کے تھے تمام عمر عبادت اور مجاہدہ میں گزار دی۔

ابوبکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی المتعبد کے لقب سے ملقب تھے شیخ ابوہارون اندلسی سے فیوض حاصل کیے۔ زیادہ حال ان کا میسر آیا۔

۱؎ ریاض النفوس ص ۱۸۸۔

ابوالحسن علی بن مفرج بن عبدالرحمٰن وطن سے حجاز گئے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے حکومت نے عہدۂ قضاء پر ممتاز کیا، اس کے ساتھ شغل درس وتدریس تھا۔ محمد بن ابی سعید اسفرائنی اور حافظ ابوذر عبد بن احمد مالکی ان کے شیوخ حدیث اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبدالوارث شیرازی وغیرہ تلامذہ سے تھے۔ ان کی وفات ۴۷۲ھ میں ہوئی۔

ابوالحسن احمد بن عبدالرحمٰن ابن الحصائری۔ کبار فقہاء میں شمار تھا حدیث میں بھی درک تھا۔ ابو محمد بن ابی زید وابوالحسن بن بکرون سے تلمذ تھا۔ اصحاب درس سے تھے ۴۵۱ھ تک زندہ رہے۔

ابوالحسن علی شیخ بن حمزہ صقلی۔ شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد شافعی بغدادی سے تلمذ تھا تصوف سے لگاؤ تھا ۴۴۰ھ میں اندلس گئے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

ابوالحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن الخیاط ربعی ممتاز شعراء میں سے تھا، دولت کلبیہ کا درباری شاعر تھا اکثر والیان صقلیہ کی شان میں قصیدے لکھے تاج الدولہ اس کا بڑا قدردان تھا۔ تائید الدولہ کی شان میں جو قصیدہ لکھا اس کا یہ شعر نمونہ کے طور سے پیش ہے۔

لا تفرحن ولا تحزن لنائبۃ ٭ علیک بالخیر او بالشر لم یدم۔

کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیشہ باقی نہ رہیگی[1]

ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن ابن ابی البشار بلنوبی (بلنوبہ) علم نحو وعروض

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۲ ص ۳۱۸۔

Marfat.com

کا عالم تھا، اصنافِ ادب پر کامل عبور تھا، صقلیہ سے اسکندریہ چلا گیا۔ جہاں امامِ نحو مشہور ہوا، شاعری میں بھی اس کی شہرت تھی عمر بن نعیش اس کا شاگرد تھا ۵۱۳ھ تک زندہ تھا۔ خزیمی نے اس کا مجموعۂ اشعار مرتب کیا۔

ابوالحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی علمائے لغت و ادب سے تھا یاقوت نے معجم الادبا میں اشعار نقل کیے ہیں

ابوالحسین بن حبان مہدوی یہ نارمنوں کے عہد کا شاعر تھا۔ اس کا ایک شعر ہے:-

منتطلع لذوی السریٰ من کاسہ ؛ نجم یکون الی الصباح دلیلا

(اس کے جام سے رات کے مسافر کے لیے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دلیل تھا)

ابوحفص صقلی۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لوانی معروف بہ جزتی۔ شیوخ حدیث میں سے ہیں آپ کے ذریعہ صقلیہ میں حدیث کی اشاعت ہوئی[1]

ابوحفص عمر بن خلف بن مکی شیخ الحدیث تھے فن لغت میں تبحر کا درجہ رکھتے تھے ۴۶۲ھ میں ٹیونس چلے گئے اور محکمہ قضا ان کی سپردگی میں ہوا اور امام جمعہ بھی تھے، وہیں آپ کا وصال ہوا۔

ابوالعباس قلوری محمد بن عمرو بن عباس اکابر محدثین میں شمار کیے گئے، یہ تحصیل علم کے لیے بصرہ آئے، امام حدیث علی بن مدائنی کے جوار میں اقامت

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۳۸۰

Marfat.com

اختیار کی یعقوب بن اسحاق عونی سعید بن عاجز ضبعی محدثین سے حدیث حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں امام ابوداؤد مؤرخ محمد بن جریر طبری، ابوبکر بزاز۔ ابوبکر بن صدقہ، سعید بن عبداللہ مہرانی، محمد بن محمد بن سلیمان باغندی محمد بن عباس، ابن احزم، ابوعروبہ، ابن صاعد سے جلیل القدر محدثین تھے۔

ابولیث صقلی مہندسین میں صاحب کمال تھا۔ وطن سے اندلس چلا گیا، اشبیلیہ پہنچا یہاں کی جامع اس کی زیر نگرانی تعمیر ہوئی اس عمارت کی تعریف اسکاٹ بھی کرتا ہے[1]

ابوالقاسم عتیق محمد بن حکیم تمیمی محدثین میں شمار تھا تصوف میں غلو رکھتے تھے، کتاب الانساب سمعانی میں ان کا ذکر ہے۔

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بکر علمائے عصر میں ممتاز سمجھے جاتے تھے علم حدیث وفقہ میں درک حاصل تھا۔ قیروان کا سفر کیا ابوالحسن علی بن محمد بن مسرور دباغ، حبیب بن نصر جزری وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی پھر مصر گئے۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم بلخی، ابن زکریا رازی ہاشمی سے احادیث کی سماعت کی ۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ ۳۶۸ھ سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

ابوالقاسم صقلی علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی، قیروان جاکر درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا، ابو عبداللہ محمد بن عباس انصاری متوفی ۴۴۲ھ اور ابو اصبغ بن موسیٰ ان کے ارشد تلامذہ سے تھے۔

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷۳

Marfat.com

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ زجزفی ابن ابی الفرج مکی قاسم سرقوسی اور ابوالحفص صقلی جیسے اکابر حدیث سے حدیث کی تحصیل کی درس و تدریس شغل قرار دیا، عمر طبعی پاکر انتقال کیا۔

ابوالقاسم بن حداد۔ ابن الحکار کے معاصر تھے، فقہائے صقلیہ میں شمار تھا، اپنے معاصرین میں توقیر و منزلت سے دیکھے جاتے صاحب فتویٰ تھے مان کی فقہی تالیف کا پتہ نہ چلا اور تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔

اسمٰعیل بن خلف صقلی کا نام ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران ہے۔ تذکرہ نویس ابن خلکان ان کے متعلق لکھتا ہے کان اماماً فی علوم الادب و متقنا لفن القرأت" دینی علوم کی تحصیل کے لیے مصر گئے، مفسر قرآن علی بن ابراہیم الحوفی سے تلمذ اختیار کیا۔ پھر وطن لوٹ کر درس و تدریس میں لگ گئے، مگر آخر میں اندلس گئے پھر مصر گئے اور وہیں ۴۵۵ھ میں انتقال کیا۔ کتاب العنوان فی القرأت، کتاب الاکتفا فی القرأۃ، کتاب اعراب القرآن وغیرہ۔ یہ کتابیں یادگار رہے ہیں۔

ابوالفتح زیان صقلیہ کا رہنے والا تھا۔ علم ہندسہ کا ماہر تھا ۳۴۵ھ میں والی طرابلس کے پاس چلا گیا جہاں طرابلس الغرب کی فصیل اس کی زیر نگرانی تعمیر ہوئی۔

ابو عبداللہ محمد بن عیسی الصقلی الفقیہ کے متعلق قفطی متوفی ۶۴۶ھ لکھتا ہے "صقلیہ کے ارباب علم میں تھے علوم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے۔[1]"

---

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۸۹۔

Marfat.com

ابوالفضل بن احمد وابن علم ہندسہ کا ماہر تھا، اپنے فضل وکمال سے عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا۔

قاضی اسد بن فرات شہید۔ قاضی اسد کی کنیت ابوعبداللہ تھی، والد کا نام فرات تھا، دادا سنان کے نام سے مخاطب تھے، ان کا خاندان بنو سلم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ آبائی وطن نیشاپور تھا، فرات ترکِ وطن کر کے حران آئے یہیں قاضی اسد ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے، آبائی پیشہ سپہ گری تھا۔ فرات ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کی فوج کے ساتھ افریقہ آئے، قیروان میں اقامت اختیار کی۔ پھر یہ گھرانہ ٹیونس چلا گیا، وہاں اسد نے علوم عربیہ کی تحصیل شروع کی، علی ابن زیاد سے علم حدیث وفن فقہ حاصل کیا اور موطا امام مالک ان ہی سے پڑھی، ۱۷۲ھ میں مدینہ پہنچ کر امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور موطا پڑھ کر عراق گئے، امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی اور اسد بن عمرو کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، امام محمد ان کے ساتھ خصوصیت برتتے تھے، ان کی سفارش سے ولی عہد امین الرشید تک رسائی ہوئی اور اس نے اسد کو زادِ راہ قیران کے سفر کرنے کے لیے عطا فرمایا، مصر روانہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم کی فیوض سے مستفید ہوئے اور اسدیہ کی تدوین شروع کر دی، ابن قاسم سے روزانہ مسائل فقہ کے سوالات کرتے، وہ جو جوابات دیتے اسد سوال وجواب دونوں کو بہ ترتیب لکھ لیتے۔ ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاوی بیان کرتے

(تاریخ صقلیہ)

ان پر احادیث سے استدلال لاتے قیاس ورائے سے جوابات کی صحت کے ثبوت فراہم کرتے غرضکہ ساٹھ جزوں میں سوال وجواب مدوّن ہوگئے یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے پہلی ہے۔ اسد ۱۸۱ھ میں مصر سے قیروان واپس آئے اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ موطا اور اپنی تالیف اسدیہ کا درس دیتے۔ صدہا علماء فیضیاب ہوئے۔ امام سحنون او راسد میں چشمک علمی تھی، انہوں نے ترکیب سے اس کی نقل حاصل کی اور ابن قاسم سے مل کر کچھ مسائل میں صحت کرالی اور اس کو المدونۃ الکبریٰ کے نام سے شہرت دی۔ ایک زمانہ تک اسد قیران کے عہدۂ قضاء پر ممتاز رہے پھر صقلیہ فتح کرنے تشریف لے گئے۔ تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے ۲۱۲ھ میں قاضی اسد نے صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا اور صقلیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔[۱]

امام مازری۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بہ امام مازری، صقلیہ کے شہر مازر میں ان کا خاندان مقیم تھا یہیں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وتربیت یہیں ہوئی علوم کی تکمیل کے لیے مہدیہ (افریقیہ) گئے۔ ابو محمد بن عبدالحمید سوسی اور علامہ لخمی سے علوم کی تحصیل کی، ابن خلکان لکھتا ہے "یہ ان اکابرین میں ہیں جن کی طرف حدیث کے حافظہ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھائی جاتی تھیں[۲] ..... وہ ارباب

---

[۱] معالم الایمان جلد ۲ ص ۲ تا ۱۳ ودیباج المذہب ص ۹۸۔ احسن التقاسیم مقدسی ۲۳۵
[۲] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۶۔

Marfat.com

فضل میں سے تھے مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ امام کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں مسلم کی شرح کتاب المعلم ان کی مشہور ہے۔ دوسری تعلیقات بر روایت جوزقی ہے۔

المعلم کے شائع ہوتے ہی قاضی عیاض صاحب شفا متوفی ۵۴۴ھ نے امام سے اس کی روایت بالاجازہ کی سند منگائی، ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی شرح لکھی ہیں ان کا مفصل حال تاریخ صقلیہ جلد دوم میں ہے۔ محمد بن تومرث مہدی آپ سے شرف تلمذ رکھتا تھا۔ ۲۔ ربیع الاول ۵۳۶ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد عبد الکریم صقلی۔ علم ہندسہ کا بڑا ماہر تھا مصر پہنچا مصر کے وزیر المامون متوفی ۵۱۹ھ قاہرہ میں رصدگاہ تعمیر کر رہا تھا، دیگر مہندسین کے ساتھ یہ بھی شریک کیا گیا۔ مگر الامر باحکام اللہ فاطمی نے یہ سلسلہ مامون کے مرنے کے بعد ختم کرا دیا۔[1]

ابو محمد صاحب الخمیس۔ ان کا شمار محدثین میں ہے، اصول فقہ و فرائض کے بڑے ماہر تھے۔ قاضی عیاض کا بیان ہے "یہ فقیہ متکلم، اصولی فاضل اور اپنے وطن میں شہرت رکھتے تھے"۔ بقیہ زندگی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

ابو محمد عبد الجلیل بن مخلوف، محدثین صقلیہ سے تھے۔ ان کے شیخ حدیث عبد الملک بن حسن صقلی اور شاگردوں میں شیخ ابو محمد عبد القادر قروی مشہور

---

[1] خطط مصر مقریزی جلد ۱ ص ۲۰۶۔

ہیں۔ درس تدریس شغل تھا۔ ۴۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابو محمد بن محمد صقلی کنیت ابوبکر تھی۔ پورا نام محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبدالرحمن بن مجاہد تھا۔ علم حدیث اور فقہ کے بڑے عالم تھے، بارع فی الفقہ کہے جاتے تھے۔ صقلیہ میں آپ کے ذریعہ حدیث و فقہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ چلا۔

ابو محمد بن ضمنہ۔ صقلیہ کے مشہور شاعر تھے اور فقہ میں ید طولیٰ تھا۔ ہمعصر شعراسے چشمک رہتی تھی۔ فقیہ عیسیٰ بن عبدالمنعم سے شاعرانہ نوک جھونک رہتی، ابن ضمنہ نظم کا جواب نظم میں دیتے۔ آپ کے علم و فضل کے علمائے معاصرین معترف تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔

ابو محمد عبداللہ بن مبارک شیوخ وقت سے تھے۔ علم و فضل کے ساتھ تصوف سے دلی لگاؤ تھا۔ عابد و زاہد، قائم اللیل و صائم النہار مشہور تھے۔ رشد و ہدایت آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ کی صحبت میں اصحاب حال و قال شریک ہوا کرتے۔

ابو محمد عمار بن منصور کلبی۔ صقلیہ کے ولاۃ کلبیہ کے خاندان سے امیر کبیر تھے مختلف علوم کے ماہر شعر گوئی میں صاحب کمال تھے۔

تقول لقد رأیت رجال نجد ٭ وما ابصرت مثلک من یمان

ابو محمد عبدالمعطی بن محمد۔ وطن سرقوسہ تھا۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ علوم معقول بالخصوص منطق میں دستگاہ رکھتے تھے۔ فن منطق میں ان کے کثیر التعداد شاگرد تھے۔ صقلیہ میں معقولات کی ترویج آپ کی ذات

Marfat.com

سے ہوئی۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف یابن قاضی میلہ' باکمال شاعر تھے، ثقۃ الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے' ابن خلکان نے ثقۃ الدولہ کی شان میں جو قصیدہ ان کا ہے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ فصیح و بلیغ کلام ہے۔

ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم اصلی وطن صقلیہ تھا، ان کے بزرگ مراکش میں مقیم ہو گئے۔ والی ابوالفارس عبدالعزیز بن ابوالحسن کے دربار سے یہ منسلک تھے دیگر علوم کے ساتھ فنِ طب میں بڑی شہرت تھی۔ فنِ جراحت میں ان کا ایک رسالہ ہے۔ ۵۔ جمادی الاولی ۸۲۷ھ میں وفات پائی

ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ بن عبدالمنعم مہندس۔ شعر و شاعری سے ذوق رکھتا تھا، انشاء پردازی کی شہرت تھی۔ امرائے صقلیہ کی عمارات کی تعمیر میں آپ کی کارفرمائی کو دخل ہے۔

حجۃ الدین ابن ظفر۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد بن ظفر صقلی۔ علوم قرآن و ادب میں امتیاز رکھتے تھے۔ حجۃ الدین لقب تھا۔ اسلاف مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے ۵۶۵ھ میں حماۃ میں وفات پائی۔ التفسیر الکبیر۔ کتاب ینبوع الحیات فی تفسیر الذکر الحکیم وغیرہ کثیر التعداد کتب یادگار رہے ہیں۔

خلف بن عبداللہ صقلوی۔ چھٹی صدی کے علماء میں سے ہیں درس و تدریس شغل تھا، شمالی افریقہ میں مزار ہے۔ سال وفات ۵۲۲ھ ہے۔ علم نحو میں ان کی شہرت ہے۔

دعامہ بن محمد۔ علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی' امام سحنون کے ارشد

تلامذہ سے تھے۔ افریقہ کے فقہا میں شمار تھا، اغالبہ کے دورِ حکومت میں صقلیہ کے عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے، داد و انصاف کی شہرت تھی، عبادت گذار تھے ۲۹۷ھ میں وطن میں واصل بحق ہوئے۔[1]

قاضی رشید بن احمد قاسم۔ وطن اصلی صقلیہ تھا۔ علمائے عصر سے علوم کا اکتساب کیا۔ افضل کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ انہیں شعر و سخن سے دلی لگاؤ تھا۔ فی البدیہہ کہنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ افضل کے دربار سے تعلق تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔

سعید بن فتحون بن مکرم قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ منصور عامری کے عتاب میں آگیا۔ کچھ عرصہ قید میں رہ کر صقلیہ چلا آیا۔ علومِ لسانیہ میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ علمِ عروض میں مختصر و مطول کتابیں تصنیف سے ہیں۔ صقلیہ ہی میں انتقال کیا۔

شرف الدین صقلی۔ ابو عبداللہ کنیت محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین نام تھا، ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، علوم قرآن کی تحصیل الکمال ابوالحسن علی بن شجاع العباسی، المعین ابوالعباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبدالحق المالکی سے مصر میں کی، بیشتر وقت درس و تدریس میں گزرا، نورالدین علی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔ فنِ قرأت کے ماہر تھے، تمام عمر زہد و تقویٰ میں گزار دی، مستجاب الدعوات تھے۔ آخر عمر میں قاہرہ چلے گئے تھے وہیں وصال ہوا۔

---

[1] تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۲۲۲۔

Marfat.com

شریف ادریسی۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ معروف بہ شریف، افریقہ کے سادات کے شاہی خاندانِ ادریسی سے تعلق تھا۔ ۴۹۳ھ میں سبتہ میں پیدا ہوئے قرطبہ جاکر علوم کی تحصیل کی۔ ادب اور علومِ عقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، پھر سیاحت پر کمر باندھی۔ ان کی علمی شہرت دور دور تک پہنچ رہی تھی۔ راجر دوم نے صقلیہ مدعو کیا یہ وہاں پہنچے راجر نے بڑی تعظیم و توقیر کی اور ان سے فرمائش کی کہ ایک کرہ ایسا تیار کر دیں کہ زمین کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور چار لاکھ درہم وزن کی ایک نقرئی اینٹ ان کے حوالہ کی۔

ادریسی نے قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے چند دائرے چاندی کے بنائے اور انہیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا جو مختلف طبق افلاک کے مثل تھے۔ پھر زمین کے لیے ایک دوسرا مدوّر کرہ تیار کیا۔ اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ستارے اور سیارے دکھائے گئے اور زمین کے عظیم الشان سانچہ پر دنیا کے تمام شہروں، پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، وادیوں، اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر اتاری گئی۔ اس کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا۔[۱]

راجر نے ادریسی کو بہت کچھ انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد مستقل طور سے ادریسی صقلیہ میں رہنے لگے۔ پھر راجر کے کہنے سے ایک

---

[۱] تاریخ صقلیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۴۔

Marfat.com

صاحب علم جغرافیہ دالوں اور مصوروں کی جماعت لے کر سیاحت کے لیے روانہ ہوئے، مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی سیر کی، مقامات کی تفصیل لکھی، اہم عمارات وغیرہ کی تصاویر بنوائیں۔ پندرہ برس میں یہ علمی سفر طے کر کے صقلیہ لوٹے۔ انہی جغرافی معلومات سے "نزہتہ المشتاق فی افتراق الآفاق" کتاب لکھ کر راجر دوم کے نام معنون کی۔[۱]

اس کتاب کے بعد روض الانس و نزہتہ النفس یا کتاب الممالک و المسالک لکھی۔[۲]

صقلیہ میں ۵۶۰ھ میں ادریسی نے وفات پائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

شہاب الدین بن عبد الحق۔ معاصر علماء سے اکتساب علم کیا، بالخصوص علم نحو میں مشہور تھے[۳] شغل درس و تدریس تھا۔

طاہر بن محمد بن رقبانی اسلامی عہد میں ان کے ادب کی شہرت تھی علم لغت کے ماہر تھے، ان کی شعر و شاعری کی عام شہرت تھی اہل علم دور و نزدیک سے آکر استفادۂ علمی کیا کرتے۔ قفطی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

عبد الرحمٰن بن محمد بثیری۔ صقلیہ کے شہر بثیر کے رہنے والے تھے۔ علوم قرآن میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ علمائے معاصرین میں قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ درس تفسیر بھی دیا۔ ان کی وفات کی تاریخ معلوم

---

[۱] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۰، وغیرہ [۲] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ترجمہ ادریسی
[۳] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۱ ص ۱۸۹۔

Marfat.com

نہ ہوسکی۔

عبداللہ بن حمدون کلبی۔ صقلیہ کے قدیم اہل علم سے تھے۔ امام سحنون کے شاگرد تھے انہی سے حدیثیں روایت کیں۔ ان کا مذہب مالکی تھا۔ سنہ ۳۰۷ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن رمضان۔ صقلیہ کے قاضیوں کے خاندان سے تھے۔ ذی علم شعراء میں شمار تھا۔ راجر دوم کے دربار سے تعلق تھا۔ قصیدہ گوئی ان کا مشغلہ تھا۔ آخر ش صقلیہ کی خاک کے سپرد ہوئے۔

عثمان بن علی بن عمر خزرجی انصاری السرقوسی۔ ابن فحام اور ابن بلیمہ سے قرآن مجید پڑھا، پھر مصر گئے، مسجد جامع عمرو بن العاص میں وسیع حلقۂ درس قائم کیا، اس کے ساتھ علماء مصر سے استفادۂ علمی کیا۔ حافظ سلفی ہمعصر تھے۔ ابو محمد بن بر النحوی اور ابو البقی صالح بن عادی العذری الانماطی تلامذہ سے تھے۔ کتاب مخارج الحروف یادگار سے ہے۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ لگا۔

عمر بن خلف بن مکی۔ ابو حفص کنیت تھی، فقہائے صقلیہ سے تھے۔ فنِ انشا و خطابت میں ملکہ تھا۔ تیونس کے عہدۂ قضاۃ پر فائض رہے، شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فنِ لغت میں ان کی کتاب تثقیف اللسان ہے[1]

عمر بن علی بن عمر سرقوسی کو علم نحو و لغت میں بڑی مہارت تھی۔ صاحبِ تالیفات ہیں۔

---

[1] کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۸۔

Marfat.com

عمر بن صقلی - قیروان میں عمر گزاری۔ علمِ ادب کا ماہر تھا، ابوالفضل یوسف معروف بابن نحوی کا ہمعصر تھا۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

علی بن عبدالرحمٰن کو علم نحو و عروض میں کمال حاصل تھا۔ اصنافِ ادب و شعر و شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، آخر عمر میں صقلیہ سے اسکندریہ چلا گیا، وہیں پیوندِ خاک ہوا۔

فخرالدین محمد بن محمد کنیت شیخ ابوعبداللہ تھی۔ شافعی مذہب رکھتے تھے علمِ فقہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سنیاطی سے کی، زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں شہرت رکھتے تھے۔ دمیاط (مصر) کے عہدۂ قضا پر مامور تھے کچھ عرصہ مصر کے قائم مقام والی رہے التنجیز فی تصحیح التفجیر آپ کی یادگار ہے۔ ۱۰ ذیقعدہ ۷۲۷ھ کو مصر میں وفات پائی [1]

قاسم سرقوسی - قدیم محدثین میں شمار ہے، ان کے تلامذہ میں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ جزقی کا نام تذکروں میں آتا ہے اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

قاضی ابو عمرو میمون کا نام صقلیہ کے محدثین میں آتا ہے، ابو مصعب زہری اور امام سحنون کی روایات ان کے واسطے سے صقلیہ پہنچیں، ابوالعرب ان کے تلامذہ سے تھے۔

قرشی صقلی - ابوالعرب مصعب بن محمد بن ابوالفرات قرشی صقلیہ کا نامور صاحبِ دیوان شاعر تھا ۴۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا۔ علمائے عصر کے

---

[1] طبقات الشافعیہ سبکی جلد ۶ صفحہ ۳۱ ۔

سامنے زانوئے شاگردی طے کیا۔ شعرگوئی سے شوق تھا، اس میں کمال حاصل کیا۔ صقلیہ سے باہر اندلس تک اس کے شعر وسخن کی شہرت تھی، امیر المعتمد فرمانروائے اشبیلیہ نے زادِ راہ بھیج کر مدعو کیا مگر وطن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جب نارمن ظالموں کا تغلب و استیلا ہوا تو گھر بار چھوڑ کر اشبیلیہ پہنچا اور امیر المعتمد کے دامن دولت سے وابستہ ہوگیا۔ ۵۰۷ھ تک زندہ تھا۔ دیوان مصعب کے نام سے اس کے کلام کا مجموعہ ہے[۱]

محمد بن عبدون سوسی۔ مغرب کے نامور شعراء میں سے تھا۔ ثقۃ الدولہ کے عہد میں صقلیہ آیا اور ایک مدحیہ قصیدہ اس کی شان میں پیش کیا۔ اس نے قدردانی کی اور اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مصاحبین میں داخل کیا۔ ابن عبدون ادبِ مجلسی سے واقف تھا۔ تاج الدولہ اس کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ جب وہ صاحبِ اقتدار ہوا تو اس کا بھی اعزاز بڑھا۔ صقلیہ میں ہی انتقال ہوا۔

محمد بن خراسان ابوعبداللہ محمد بن خراسان مقری کے لقب سے ملقب تھے۔ نشو ونما صقلیہ میں ہوئی۔ علم کی تحصیل کی خاطر مصر گئے وہاں امام المقرئین ابوجعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ اور ابن مظفر بن احمد بن حنبل بن ہمدان سے علوم قرآن اور حدیث کا درس لیا اور وطن واپس آکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ چھیتر سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے[۲]

---

[۱] تاریخ صقلیہ حصہ دوم

[۲] احسن التقاسیم مقدسی۔ ص ۲۳۸

Marfat.com

محمد بن علی ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر محدث علم نحو و لغت میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ ابن القطاع ان کا شاگرد تھا۔ باقی زندگی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نصرون بن حسین خزری۔ تلمذ ابن القطاع سے تھا۔ علم لغت کے ماہر تھے۔ زیادہ حال ان کا میسر نہ آیا۔

ختم شد

Marfat.com

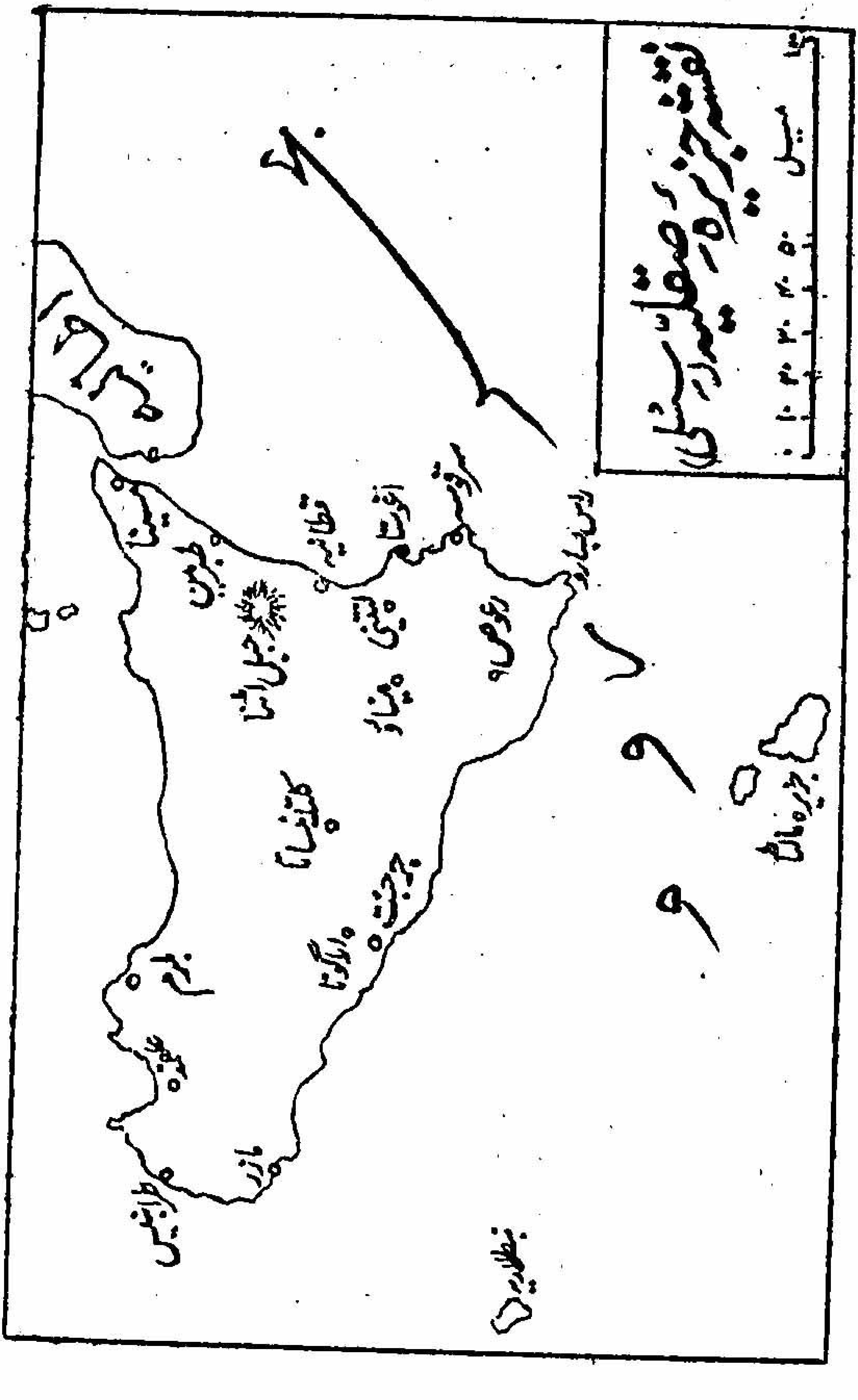

Marfat.com

تاریخِ اسلام کا مکمل کورس

تاریخ اسلام کا یہ مفید سلسلہ جو تاریخ ملت کے نام سے مشہور ہے اور مقبولِ عوام وخواص ہو چکا ہے۔ مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ممتاز ہے، زبان کی سلاست، ترتیب کی دل نشینی اور جامعیت واختصار اس کی ایسی خصوصیتیں ہیں جو آپ کو اس سلسلہ کی دوسری کتابوں میں نہیں ملینگی۔ خلفاء اور سلاطین کی شخصی زندگی کے سبق آموز واقعات کو اس میں اہتمام کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔ اب تک اس کے نو حصے چھپ چکے ہیں۔

جلد اول: نبی عربی (مولفہ قاضی زین العابدین میرٹھی)	عہ ۸ر
جلد دوم: خلافت راشدہ ” ” ” ”)	ہے ۸ر
جلد سوم: خلافت بنی امیہ ” ” ” ”	ہے ۸ر
جلد چہارم: خلافت ہسپانیہ (مؤلفہ مفتی انتظام اللہ شہابی)	۶ر
جلد پنجم: خلافت عباسیہ (حصہ اول) ” ” ”	ہے ۱۲ر
جلد ششم: خلافت عباسیہ (حصہ دوم) ” ” ” ”	للعہ ۱۲ر
جلد ہفتم: تاریخ مصر ” ” ” ”	ہے ۴ر
جلد ہشتم: خلافت عثمانیہ ” ” ” ”	ہے ۴ر
جلد نہم: تاریخ صقلیہ (سسلی) ” ” ”	عہ ۱۲ر

مکتبہ برہان جامع مسجد۔ دہلی

نعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان کے مشہور و مقبول شاعر بہزاد لکھنوی کے نعتیہ کلام کا دلپذیر مجموعہ جسے مکتبۂ برہان نے تمام ظاہری دل آویزوں کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ جن حضرات کو آل انڈیا ریڈیو سے ان نعتوں کے سننے کا موقعہ ملا ہے، وہ اس مجموعہ کی پاکیزگی اور لطافت کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

جدید بین الاقوامی سیاسی معلومات

"بین الاقوامی سیاسی معلومات" میں سیاسیات میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحوں، قوموں کے درمیان سیاسی معاہدوں، بین الاقوامی شخصیتوں اور تمام قوموں اور ملکوں کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کو نہایت سہل اور دلچسپ انداز میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسکولوں، لائبریریوں اور اخباروں کے دفتروں میں رہنے کے لائق ہے۔ جلد اول جدید ایڈیشن جس میں سیکڑوں صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ؎، آٹھ روپیے۔

منیجر مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

Marfat.com

(سلسلۂ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

تاریخ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور عام بچوں اور
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہد اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد
دہلی

Marfat.com